مزارات و تبرکات
اور
ان کے فیوضات
کوکب نورانی اوکاڑوی
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
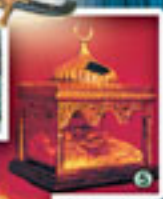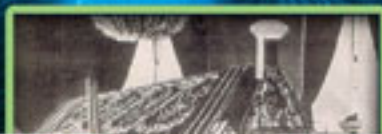
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مطالبہ

وطنِ عزیز پاکستان، اسلامی جمہوریہ کہلاتا ہے، اسے اسلام کے عملی نفاذ اور مسلمانوں کی معاشی خوش حالی کے لئے بیش بہا قربانیاں دے کر حاصل کیا گیا۔ تحریک پاکستان کی کام یابی میں اہل سنت علماء و مشائخ کا عملی تعاون نا قابل تردید حقیقت ہے اور برِ عظیم کے باشندے بخوبی جانتے ہیں کہ اس خطے میں تبلیغ دین کا فریضہ، اولیائے کرام (رضی اللہ عنہم) نے انجام دیا۔ بالخصوص حضرت سیدنا داتا گنج بخش اور حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز اجمیری کی خدمات، اسلامیانِ برِ عظیم پر واضح ہیں اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس خطے کے مسلمانوں کا اسلام، انھی بزرگوں کا مرہون منت ہے۔ دنیا بھر کے تمام اہل اللہ (اولیائے کرام) صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت ہوئے۔ یہ مسلکِ حق اہل سنت کی حقانیت کی بہت بڑی دلیل ہے، کیوں کہ ولایت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور انعام دوستوں ہی کو دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جتنے ولی بنائے وہ سب اہل سنت و جماعت ہی بنائے، کسی اور مسلک میں کوئی ولی اللہ نہیں ہوا۔ حضرت محی الدین، معین الدین، شہاب الدین، بہاء الدین یعنی حضرت غوثِ اعظم، حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت خواجہ سہرورد، حضرت خواجۂ نقشبند (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی سلاسل طریقت کے سرخیل و امام، چاروں صحیح العقیدہ سنّی ہوئے۔ ان جگ مگاتے موتیوں کی مالا میں قطب الدین، فرید الدین، نظام الدین، علاء الدین، نصیر الدین، شمس الدین، اوحد الدین، جلال الدین، مصلح الدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سب اہل سنت و جماعت ہوئے۔ پاکستان میں ۹۷ فیصد مزارات اولیائے کرام کے ہیں، مگر افسوس کہ پاکستان میں مزارات کے لئے الگ محکمہ اوقاف نہیں اور اوقاف کے محکمے میں زیادہ تر لوگ وہ متعین ہیں، جن کا مسلک اہل سنت و جماعت سے ہرگز کوئی تعلق نہیں بلکہ اکثر وہ لوگ ہیں جو اولیائے کرام اور مزارات کے گستاخ و دشمن ہیں اور وہ دیوبندی وہابی جو مزارات کے نذرانوں اور چڑھاووں کو حرام و پلید بتاتے ہیں، کچھ وہی ان نذرانوں اور چڑھاووں کو ہڑپ کر رہے

ہیں یعنی بقول خود، اس حرام کمائی پر پل رہے ہیں۔ اور محکمہ اوقاف کے ملازمین و وابستگان، خود ہی اولیائے کرام اور مزارات کے خلاف تحریروں کی طباعت و اشاعت کرتے ہیں۔ حالاں کہ صدر، وزیراعظم، گورنر، وزراء، خود مزارات پر جاتے اور چادریں چڑھاتے ہیں۔ کچھ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کو اپنی ہی آستین کے ان سانپوں کی خبر نہیں ہے جو مزارات کے خلاف سنگین سازشوں میں مشغول ہیں۔ جناب احتشام الحق تھانوی، شہدائے کربلا کے ایصالِ ثواب کے لئے محرم میں لگائی جانے والی سبیل کے پاک پانی کے خلاف ناپاک فتوٰی دیں، اور انہی کا بیٹا سندھ کے وزیرِ اعلیٰ کا مشیر بنایا جائے۔ مفتی محمود صاحب برملا کہیں کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہوئے اور اس بات پر وہ فخر کریں اور انہی کا بیٹا قومی خزانہ لوٹنے کے لئے امورِ خارجہ کمیٹی کا سربراہ ہو جائے! یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ (☆) ہم ملک پر مسلط حکمرانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مزارات کا الگ محکمہ اوقاف بنائیں اور اس محکمے میں صرف صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت کو متعین کیا جائے تا کہ مزارات کو بدنام کرنے کے لئے دشمنوں کی طرف سے وہاں بٹھائے جانے والے جھوٹے فقیروں اور نشہ کرنے والوں کا صفایا ہو سکے اور مزارات کو ایسی غیر شرعی اور غیر انسانی حرکتوں سے پاک کیا جا سکے اور اولیائے کرام اور ان کی بارگاہوں کے تقدس کو پامال ہونے سے بچایا جا سکے اور ان آستانوں سے خلق خدا کو امن و آشتی، فوز و فلاح، صلح و اخوت اور ایمان و روحانیت کی روشنی پوری طرح پہنچ سکے۔

وسط ایشیاء کی ریاستیں آج تک کمیون ازم کی دست برد سے محفوظ رہی ہیں تو یہ اولیائے کرام کے مزارات کی برکت تھی، جس کو بزعم خود سپر پاور، روس بھی نہ مٹا سکا۔

اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ملک و قوم کی ترقی کے لئے اللہ کے پیاروں کے مزارات کے تقدس کو پامالی سے بچانے کے لئے ہر سنّی سر بکف مجاہد ہے۔ حکمرانوں نے اگر ہمارے مطالبے پر کوئی توجہ نہیں دی تو نہ وہ اپنا اقتدار بچا سکیں گے اور نہ ہی دنیا و آخرت میں کوئی خیر و منفعت حاصل کر سکیں گے...........

(☆) جناب فضل الرحمٰن کے خود اپنے یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں: ''پاکستان ایک فراڈ اعظم ہے جو اسلام کے نام پر کھیلا گیا''۔ (اداریہ روزنامہ قومی اخبار، کراچی، پیر، ۷ مارچ، ۱۹۹۴ء)

انتساب

اللہ کریم جل شانہٗ کے اولیاء کرام

(پیاروں، دوستوں اور

مددگاروں) کے

بابرکت اور مقدس

مزارات

کے نام

جو رہتی دنیا تک

اللہ تعالیٰ کے کرم و رحمت کے حصول

کے مراکز اور دروازے ہیں۔

کوکب غفرلہٗ

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا   نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

ابتدائیہ

مشہور دیوبندی عالم جناب احتشام الحق تھانوی کے فرزند جناب احترام الحق تھانوی ان دنوں وزیراعلیٰ سندھ کے مشیر کا عہدہ رکھتے ہیں، ان کے احوال میں دینی خدمات سے زیادہ سیاست کاری ہی نمایاں ہے۔ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں انہیں این۔ ٹی۔ ایم ٹیلے وژن چینل پر ''آپ کی خدمت میں'' کے عنوان سے ایک پروگرام میں سوالوں کے جواب دینے کا موقعہ دیا گیا اور ایک سوال مزارات کے حوالے سے کیا گیا جس کے جواب میں تھانوی صاحب نے غیر ذمہ دارانہ طرزِ گفتگو اپنایا، حالاں کہ انہیں سرکاری منصب داری کی وجہ سے بھی بہت احتیاط سے حقائق بیان کرنا چاہئے تھے اور اپنے نقطہ نظر کی بجائے صحیح شرعی موقف بیان کرنا چاہیئے تھا، مگر افسوس کہ انہوں نے نہ صرف اہل ایمان کی دل آزاری کی بلکہ گمراہ کن باتیں کیں۔ بدیہی بات ہے کہ ان کی اس ہرزہ سرائی پر اہل ایمان خاموش نہیں رہ سکتے تھے اور اہل علم کی تو یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں، چناں چہ این۔ ٹی۔ ایم ٹیلے وژن نے جمہوری تقاضوں کا پاس رکھتے ہوئے ۲۲ نومبر ۱۹۹۵ء کی شب اسی پروگرام ''آپ کی خدمت میں'' میں جواب کا اہتمام کیا۔ ظاہر ہے کہ مختصر دورانیے کے اس پروگرام میں بہت گفتگو نہیں ہو سکتی تھی، تاہم اس پروگرام میں مجددِ مسلکِ اہل سنت، خطیب اعظم، حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند و جانشین، حضرت خطیب ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے شریعت و سنت کے مطابق اس بارے میں حقائق پیش کئے اور پہلی مرتبہ ٹی وی پر ایسا ہوا کہ ان کے ثبوت میں خود علمائے دیو بند کی تحریروں سے گواہی بھی پیش کی۔ بفضلہ تعالیٰ اس پروگرام کے ذریعے ہزاروں سامعین و ناظرین تک صدائے حق پہنچی جب کہ دیو بندی علماء خوب شور کر رہے تھے کہ ان کے تھانوی کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا...... لیکن پروگرام ٹیلے کاسٹ ہونے کے بعد تمام دیو بندی

وہابی ''صمٌ بکمٌ'' کا مصداق تھے۔ متعدد احباب اور جمعیت اشاعت اہل سنت اور سنّی تحریک کے وابستگان نے حضرت علامہ اوکاڑوی سے گزارش کی کہ وہ اس موضوع پر حقائق قلم بند کر دیں تا کہ تحقیق محفوظ ہو جائے۔ تین دن کی مختصر مدت میں یہ تحریر علامہ اوکاڑوی نے مرتب کی ہے جس کے لئے ہم علامہ اوکاڑوی کے شکر گزار ہیں، اللہ کرے کہ وہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے اسی جرأت و بے با کی کا مظاہرہ کرتے رہیں۔ (واضح رہے کہ طبع جدید میں مزید اضافے کئے گئے ہیں) قارئین ملاحظہ کریں گے کہ تمام حوالے خود علمائے دیو بند کی کتابوں سے پیش کئے گئے ہیں تا کہ موجودہ دیو بندی وہابی اپنے اکابر کے موقف سے آگاہ ہو جائیں اور اہل حق کسی تردد وغیرہ میں مبتلا نہ ہوں بلکہ حقائق جان کر صحیح عقائد پر ثابت و قائم رہیں۔ اللہ کرے کہ ہماری یہ محنت بار آور ثابت ہو۔ یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہمارا اختلاف ان لوگوں سے ہے، جو جائز و مستحب، نیک اور اچھے امور و اعمال کو شرک و بدعت کہتے ہیں اور صحیح العقیدہ موحد، سنّی مسلمانوں پر بدگمانی کر کے شدید بہتان لگاتے ہیں۔

قارئین سے گزارش ہے کہ املا و عبارت میں اگر کہیں کوئی سہو ہو گیا ہو تو درگزر فرمائیں اور فی الواقع اغلاط کی نشان دہی فرما دیں تا کہ آئندہ طباعت میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مسلکِ حق کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے اور ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین

خادمین

مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی)

۱۹۹۵ء

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُولِہ الکرِیم

بِسۡمِ اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جناب احترام الحق تھانوی اور علمائے دیوبند

بعد مَا ھُوَ الۡمَسنُون عرض ہے کہ این۔ ٹی۔ ایم ٹیلے وژن کے پروگرام (آپ کی خدمت میں) میں آپ سے مزارات کے حوالے سے سوال کیا گیا اور آپ نے سوال کے جواب میں نہ صرف اہل ایمان کی دل آزاری کی بلکہ شریعت وسنت کے خلاف بلا جھجک گفتگو کی اور اس بارے میں اپنے دیوبندی ازم کے اکابر کے بھی خلاف موقف ظاہر کیا، ہو سکتا ہے آپ اپنے دیوبندی مذہب سے متفق نہ ہوں، یا پھر آپ اپنے اکابر کی تحریرات و تعلیمات سے ناواقف ہوں۔ آپ اس وقت وزیرِ اعلیٰ سندھ کے مشیر کا عہدہ رکھتے ہیں اور پاکستان پیپلز پارٹی سے آپ اور آپ کے والد جناب احتشام الحق تھانوی کی وابستگی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

۱۹۷۰ء میں ۱۱۳ علماء کی طرف سے ایک خاص فتویٰ کفر مشہور ومشتہر ہوا تھا، اس فتوٰی سے رجوع کئے بغیر، اس فتوٰی کے خلاف آپ کے والد صاحب نے جو موقف اپنایا، وہ ان کی شخصیت کو بے نقاب کرتا ہے اور اب آپ اسی موقف پر اپنے والد صاحب کی جانشینی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ آپ ہی کے ہم مذہب جناب عبدالقادر آزاد نے بھی ملک پر مسلط غیر شرعی حکمران کے بارے میں جو فتوٰی مشتہر کیا اور پھر خود جو موقف اپنایا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے مذہب میں خود اپنے فتاوٰی کی بھی کوئی اہمیت نہیں، یعنی دین کے نام پر دین کی تضحیک وتمسخر آپ لوگوں کے نزدیک معمولی بات ہے۔ فتووں کے حوالے سے یہ نیرنگی آپ کے مذہب میں ایک معمول نظر آتی ہے۔ مودودی صاحب جہادِ کشمیر کو حرام کہتے رہے اور پھر وہی جہادِ کشمیر ان کے ٹولے نے اپنی شہرت ومقبولیت کے لئے خود پر لازم کرلیا۔ آپ کے مذہب میں عید میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منانے کو کہا گیا کہ یہ ایسا ہے جیسا کہ ہندو اپنے کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں اور پھر آپ کے ہم مذہب لوگوں نے عید میلاد النبی کے جلسہ وجلوس کا

سلسلہ شروع کر دیا۔ ہندو اپنے لیڈروں وغیرہ کی برسی مناتے ہیں اور آپ کے ہاں بھی اپنے بڑوں کی برسی منانا اب عام ہے اور ان کے یومِ ولادت کے حوالے سے بھی جلسے ہوتے ہیں (☆)۔ دارالعلوم دیوبند کے بانی کہلانے والے محمد قاسم نانوتوی صاحب ''خاتم النبیین'' کے معنی آخری نبی نہیں مانتے اور رسول کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا مانتے ہیں، ان کے لئے کوئی فتویٰ نہیں دیا جاتا بلکہ ان سے دفاع کیا جاتا ہے اور آپ سمیت آپ کے ہم مذہبوں کی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پاکستان کے صدر، وزراء وغیرہ کی پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ (منظور وٹو) کے قادیانی باپ کے لئے تعزیت و فاتحہ خوانی و دعائے مغفرت پر خاموشی اختیار کی۔ یوں آپ کے مذہب میں کوئی اصول اور اس کی پابندی کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔

مشرک پلید ہندوؤں کی سودی رقم سے لگائی گئی سبیل کے پانی کو جائز اور مسلمانوں کی پاک رقم سے لگائی گئی (ایصالِ ثواب کے لئے) سبیل کے پانی پینے سے بہتر گدھے کا پیشاب پینا، آپ ہی کے دیوبندی مذہب میں بتایا گیا ہے۔ آپ کے مفتی محمود صاحب نے حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارِ مبارک پر حاضری دی، پھولوں کی چادر چڑھائی، حلوہ تقسیم کیا۔ عبدالرحمٰن صاحب اشرفی اور عبدالقادر آزاد صاحب نے حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کو غسل دینے میں شرکت کی اور غسالہ کے اس پانی کو تبرکاً اپنے مونھ پر ڈالا، مگر اس وقت تھانوی فیملی یا دیوبندی علماء نے شرک و بدعت یا حرام اور ناجائز کا کوئی فتوٰی نہیں داغا۔ یعنی یہ کام دیوبندی کریں تو جائز ہے اور صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت کریں تو ناجائز! کیا اسی کا نام آپ نے دین داری رکھا ہے؟

رشید احمد گنگوہی صاحب اور اشرفعلی تھانوی صاحب نے ایصال ثواب کے لیے کیے جانے والے سوئم، چہلم کو ہندوؤں کی رسوم کہا، لیکن انہی کے جانشین، مفتی محمد شفیع صاحب

(☆) 2003ء میں جناب ابوالاعلیٰ مودودی کا صد سالہ جشن ولادت اور جناب مفتی محمود کا یوم وفات جس اہتمام سے منایا گیا، پاکستانی اخبارات میں اس کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

دیو بندی کے فرزند جناب جسٹس تقی عثمانی نے گورنر ہاؤس کراچی میں جنرل محمد ضیاء الحق کے سوئم میں نہ صرف شرکت کی بلکہ (اخبارات کے مطابق) ایصالِ ثواب کر کے رقت انگیز دعا کی جس کی تصویر بھی شائع ہوئی۔ لاہور میں جنرل ضیاء کے سوم کا اجتماع، حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کے مزارِ شریف پر ہوا، جہاں دیو بندی ملاں شریک ہوئے اور اخبارات میں ان کے نام اور تصاویر کی اشاعت ہوئی، یہی نہیں بلکہ حنفی کہلانے والے علمائے دیو بند نے غائبانہ نمازِ جنازہ بھی پڑھائی اور نمازِ جنازہ کے بعد دعا بھی کی۔ (☆)

آپ کے والد جناب احتشام الحق تھانوی نے اسماعیلی فرقہ کے پیشوا آغا خان کو نہ صرف اسلام کا محسن کہا بلکہ اس کے چہلم کے اجتماع میں قرآن خوانی کر کے ایصالِ ثواب بھی کیا اور دعا کی، جس کی تصویر اور خبر اخباروں میں شائع ہوئی، مگر ان کے اس فعل کے بارے میں علمائے دیو بند کی طرف سے کوئی فتوٰی شائع نہیں ہوا۔ آپ فرمایئے کہ غیر مسلموں کے لئے قرآن خوانی اور سوئم، چہلم میں خود آپ کی شرکت و دعا کا آپ ہی کے دیو بندی مذہب میں کیا حکم ہے؟ یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ جسے شرک، بدعت اور حرام و ناجائز کہتے ہیں وہی آپ کو بہت مرغوب ہے اور اسی کے آپ سب خوگر ہیں، خود ہی کہیئے کہ آپ کا یہ طرز و طریق اور کیا بتا تا ہے؟

فتاوٰی رشیدیہ میں آپ ہی کے مذہب کے مطاع الکل رشید احمد گنگوہی صاحب کا فتوٰی ہے کہ "جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔" (فتاوٰی رشیدیہ، ص ۱۴۱، ج ۲، مطبوعہ دہلی)، اس کے علاوہ آپ ہی کے انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ "میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن میں تحریفِ لفظی بھی ہے، یہ تحریف یا تو لوگوں نے جان بوجھ کر کی ہے یا کسی مغالطے کی بناء پر کی ہے۔" (فیض الباری، ص ۳۹۵،

(☆) خود آپ (جناب احترام الحق تھانوی) نے مرتضٰی بھٹو کے دسویں وغیرہ میں شرکت کر کے فاتحہ خوانی کی جس کی فوٹو بھی اخباروں میں شائع ہوئی۔

ج ۳)۔اس کے باوجود اہلِ تشیع کے خلاف آپ ہی کے ہم مذہب (بزعمِ خود) ''سپاہ صحابہ'' کے عنوان سے خوب شور کر رہے ہیں اور آپ کے علماء ہی اہلِ تشیع کا جنازہ پڑھتے، ان کے جلسے جلوسوں کی رونق بنتے نظر آتے ہیں۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوس کو ناجائز و بدعت کہنا اور (جھنگ اور ربوہ میں) میلاد شریف کا جلوس نکالنا اور مدحِ صحابہ کا سالانہ جلوس جگہ جگہ نکالنا خود آپ کے ہم مذہب افراد کا شیوہ ہو گیا ہے۔ دن کے تعین سے کسی کا یوم منانا آپ ہی کے فتووں میں سخت ناجائز ہے اور دن کے تعین سے کسی کا یوم منانا اور اس یوم کو منانے پر اصرار کرنا بھی آپ کے ہاں عام ہے۔ مسجد کے منبر پر ہندو کو بٹھانا اور اپنے مذہبی مدرسے کے سوسالہ جشن میں ہندو عورت کو اعزاز کے ساتھ علماء سے بلند نشست پر بٹھانا اور اس سے افتتاح کروانا بھی آپ کے مذہب کی یادگار ہے (☆) یہ ایک مختصر سی جھلک اس لئے پیش کی ہے کہ آپ اپنی اس دورنگی سے اسلام یا مسلمانوں کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ یہ آئینہ ایام میں آپ خود ملاحظہ فرمالیں اور زبان و قلم کو دراز کرنے سے پہلے خوب سوچ لیں کہ آپ جو کچھ فرما رہے ہیں، یا فرمانا چاہتے ہیں، اس کے بارے میں آپ کے مذہب کے اکابر کیا کہتے، کرتے ہیں؟ آپ نے مدرسۂ دیوبند کے بانی کہلانے والے محمد قاسم صاحب نانوتوی کی ''جمالِ قاسمی'' یا اپنے اشرفعلی صاحب تھانوی کی کتابیں ہی دیکھی پڑھی ہوتیں تو انبیاء و اولیاء کی حیات بعد از وفات، سماع و استماعِ اموات اور مزارات و تبرکات کے بارے میں آپ یوں اپنی زبان دراز نہ کرتے۔ آپ کے اشرفعلی تھانوی اور تمام دیوبندی خود کو ولی اللّٰہی ثابت کرنا چاہتے ہیں، حالاں کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و تحریرات کے خلاف تمام دیوبندی ہی مشغول و مصروف ہیں اور آپ لوگ ہی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بھی کوئی موافقت و مطابقت نہیں رکھتے، یوں آپ لوگ نہ ولی اللّٰہی کہلا سکتے ہیں نہ ہی حضرت حاجی امداد اللہ کا خود کو مرید ثابت کر سکتے ہیں۔

آئندہ صفحات میں مزارات، تبرکات، کرامات، تصرفات، فیوضات، حیات بعد

1۔ دیگر تفاصیل کے لئے میری کتاب ''سفید و سیاہ'' اور ''حقائق نامہ دار العلوم دیوبند'' ملاحظہ فرمائیں۔ (کوکب غفرلہ)

ممات، سماع و استماعِ اموات استعانت، استمداد، توسل واستغاثہ، تقبیل اور تعظیم وغیرہ کے بارے میں بلاتبصرہ آپ کے اکابر کی چند تحریروں سے کچھ اقتباسات درج کیے گئے ہیں، تاکہ آپ جان لیں کہ آپ لوگ خود ہی اپنے مذہب کو جھٹلاتے اور اپنی ہی رسوائی کا سامان کرتے ہیں۔ قرآن وسنت سے اس موضوع پر علمائے حق اہل سنت نے نہایت اہم تحریریں یادگار چھوڑی ہیں، مگر آپ کو اتنی فرصت کہاں کہ آپ ان تحریروں کا مطالعہ کریں اور حق سے آگہی حاصل کریں۔ آپ کو ملک پر مسلط ''بی بی'' کے ''بابا'' کے زیرِ تعمیر ''مزار'' کے بارے میں لب کشائی کی ہمت نہیں، آپ کو ٹی وی پر ناچ گانا سکھائے جانے پر حکمرانوں سے احتجاج سے شغف نہیں، آپ اگر عالم دین کہلاتے ہی ہیں تو حکمرانوں کے مشیر بن کر ان کی رہ نمائی کرتے مگر آپ تو خود ان کی ''رونمائی'' کرتے کراتے ہیں، آپ کو اعلائے کلمۂ حق سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے؟ آپ اور آپ کے جناب فضل الرحمٰن تو آرائش گیسو اور زیبائش پیرہن کے جلوؤں میں مگن ہیں، آپ کے یہی فضل الرحمٰن صاحب تو حج کے لئے احرام باندھے بھی اسی خاتون کا جلوہ کرتے رہے اور وہ تصویر بھی اخباروں کی زینت بنی۔ ایسے میں دین و مذہب، یا عقل و دانش اور شرم و حیا کا ہوش آپ کو کہاں ہوسکتا ہے؟ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ کے قرآنی الفاظ آپ لوگوں کو ''مولانا'' کہلانے کے باوجود، امورِ دنیا نہ سہی، دینی منصب ہی کے حوالے سے بھی کیوں یاد نہیں؟

آپ کو مزارات کے چھونے یا چومنے اور فیوض و تبرکات کے خلاف ٹی وی جیسے میڈیا پر مذموم ''گفت گو'' بہت مرغوب ہے۔ کیا آپ کا یہ فعل فرقہ واریت نہیں؟ آپ بتایئے کہ آپ قرآن پڑھتے نہیں یا قرآن جانتے سمجھتے نہیں؟

☆ اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی تفسیر میں الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ (الآیۃ) کے تحت مسجد اقصیٰ کے اردگرد برکتوں سے مراد، انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات بتایا ہے، یعنی ان کے مزارات کا بابرکت ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ (بیان القرآن)

☆ قرآنِ کریم ہی میں مقامِ ابراہیم (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے

کے پتھر) کو آیت بینہ (کھلی نشانی) فرمایا گیا ہے، جس کے بارے میں تفسیر کبیر میں ہے کہ کعبہ معظّمہ کی دوسری فضیلت مقامِ ابراہیم ہے، یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے آیا، ترمٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پیَر (دھنس) گیا اور یہ خاص قدرتِ الٰہیہ ہے اور صرف انبیاء سے ظاہر ہونے والا (معجزہ) ہے، پھر جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم (اس پتھر سے) اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کر دی کہ وہ نشانِ قدم محفوظ رہ گیا، پھر اسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے باقی رکھا، تو یہ اقسام اقسام کے عجیب (حیرت انگیز) معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے......اس پتھر کے قریب کو سجدہ گاہ بنانے کا حکم بھی آپ قرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ قرآن ہی میں صفا و مروہ پہاڑیوں کو شعائر اللہ فرمایا گیا ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم کو دلوں کا تقویٰ فرمایا گیا ہے۔ صفا و مروہ پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدم آئے۔ اندازہ کریں کہ اللہ کے پیاروں کے قدم جہاں آ جائیں، ان جگہوں کی عظمت و مرتبت اس درجہ ہے کہ ان کی تعظیم واجب ہو جاتی ہے۔

☆ قرآن ہی میں تابوتِ سکینہ کا ذکر ہے، جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات (مبارک عصا، عمامہ، لباس اور جوتیاں وغیرہ) تھے، بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے، فتح پاتے، اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے قبولیت دیکھتے۔

(بیان القرآن، پ ۲، رکوع ۱۰)

☆ قرآن ہی میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص مبارک کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی شفایابی کے لئے بھجوائی۔

قرآنِ کریم کے بعد احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بھی ملاحظہ فرمایئے:

☆ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجام کو بلا کر اپنے سر مبارک کے دائیں

جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا، پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ سب بال مبارک انہیں عطا فرما دیئے، پھر حجام کو سر کے بائیں جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا اور وہ ابوطلحہ کو عطا کیئے اور فرمایا کہ ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (قمیص، جزوِ بدن نہیں مگر بال، جزوِ بدن ہیں، دونوں کی برکت کے فرق کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے)۔

"التکشف عن مھمات التصوف" (مطبوعہ سجاد پبلشرز، حسین منزل، پیسہ اخبار، لاہور) میں جناب اشرفعلی تھانوی نے بھی یہ حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ: "ف عادۃً عطا تبرک مریدرا: اکثر مشائخ کا معمول ہے کہ جس مرید میں رغبت صادق پاتے ہیں یا کسی کی استعداد یکھتے ہیں کہ وہ ان کی کسی خاص چیز کو برکت و محبت کی نظر سے لینے کی تمنا کرتا ہے اس کو ایسی چیز تبرکاً دے دیتے ہیں، یہ حدیث اس کی اصل ہے۔" (ص ۵۲۹، ۵۳۰)

☆ صحیح بخاری شریف اور کتبِ احادیث وغیرہ میں ہے کہ جب عروہ بن مسعود ثقفی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حدیبیہ کے مقام پر قریش کی طرف سے آئے تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا کہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وضو فرماتے ہیں تو صحابہ کرام وضو کا (استعمال شدہ) پانی لینے کے لئے بے تابانہ دوڑتے ہیں، قریب ہوتا ہے کہ آپس میں کٹ مریں۔ اور جب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مبارک لعابِ دہن ڈالتے یا کھکھارتے ہیں تو صحابہ کرام اسے اپنے ہاتھوں میں لیتے اور چہروں اور جسموں پر ملتے ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ جن صحابہ کو وہ مبارک پانی نہیں ملتا، وہ ان صحابہ کی جنہیں وہ پانی ملا ہوتا، ہتھیلیوں سے اپنے ہاتھوں کو مَس (چھُو) کر اپنے چہروں اور بدن پر مل لیتے......

(التکشف، ص ۵۸۴ میں جناب اشرفعلی تھانوی نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے)

☆ صحیح مسلم میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ انہوں نے ایک اونی جُبّہ کسروانی ساخت کا نکالا، اس کی پلیٹ ریشمیں تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا جبّہ ہے، (ام المومنین) سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا، ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم

اسے دھو کر (اس کا پانی) مریضوں کو پلاتے ہیں اور اس سے شفا چاہتے ہیں۔

☆ مشکوٰۃ المصابیح (مطبوعہ قیومیہ، کان پور، ۱۳۴۸ھ) کے ص ۳۹۰ پر باب الطب والرقی میں بخاری شریف سے یہ روایت نقل کی گئی، حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پانی سے بھرا پیالا دے کر میری زوجہ نے مجھے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا اور یہ ان کی عادت تھی کہ جب کسی کو نظر لگتی یا کوئی مرض ہوتا تو برتن میں پانی بھر کر کرام المومنین کے پاس بھیج دیا کرتیں کیوں کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بال مبارک چاندی کی ایک نلی میں رکھا ہوا تھا، ان کے پاس جب کوئی مریض آتا تو وہ چاندی کی اس نلی کو پانی میں گھما دیتیں وہ پانی مریض کو پلایا جاتا اور اسے شفا ہو جاتی۔

☆ کنزالعمال (مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)، کتاب الفضائل، ص ۲۷۲، ج ۱۲ میں ۳۵۹۰۳ نمبر روایت ہے: حضرت بحیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ میرے چچا خداش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کا وہ پیالا مانگ لیا جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ پیالا ہمارے پاس محفوظ تھا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر ہمارے گھر آتے اور اس پیالے کو نکلواتے تو ہم زم زم بھر کر انہیں وہ پیالا پیش کرتے، وہ کچھ اس میں سے پی لیتے اور کچھ اپنے چہرے اور سر پر ڈال لیا کرتے۔

☆ کنزالعمال کی ج ۱۳، ص ۱۲۶ پر روایت نمبر ۳۶۸۹۳، کتاب الفضائل میں یوں ہے: علامہ محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک چھڑی تھی، جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو وہ مبارک چھڑی ان کے کفن کے اندر جسم کے ساتھ رکھ دی گئی۔ (تاریخ مدینۃ دمشق، ابن عساکر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ص ۳۷۸، ج ۹)

☆ خصائص کبریٰ (مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد دکن، طبع اول ۱۳۲۰ھ) جلد دوم، ص ۱۶ میں ہے: سنان بن طلق الیمامی سے روایت ہے کہ وہ بنی حنیفہ

کے وفد کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا سر مبارک دھو رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تم بھی اپنا سر دھو لو، چناں چہ وہ پانی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بچایا تھا اس سے میں نے اپنا سر دھولیا اور اسلام لایا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے کچھ لکھ کر دیا۔ واپس ہوتے ہوئے میں نے عرض کی کہ اپنے قمیص مبارک کا ایک ٹکڑا اگر مجھے عطا فرما دیں تو میں اس سے انس حاصل کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے ایک ٹکڑا عنایت فرمایا۔ جب کوئی بیمار ان کے پاس شفا کی غرض سے آتا تو وہ کپڑا پانی میں بھگو کے وہ اسے پلاتے اور مریض کو شفا ہوتی۔

☆ کنز العمال کی جلد ۷، ص ۵۰ پر روایت نمبر ۱۸۳۵۹، کتاب الشمائل میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صبح (فجر ادا کر کے مسجد سے) آتے تو اہل مدینہ کے خادمین برتنوں میں پانی بھر کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے لاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان برتنوں میں اپنی انگلیاں گھما دیا کرتے۔

☆ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ص ۲۲۳، ج ۵، (مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت) اور الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)، ص ۳۷۳، ج ۳، میں ہے: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصال کے وقت وصیت فرمائی کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا پہنا ہوا کرتا مبارک عنایت فرمایا تھا، وہ میں نے آج ہی کے دن کے لئے محفوظ کیا ہوا تھا اور ایک مرتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بال مبارک اور ناخن مبارک تراشے تو وہ بھی میں نے لے کر آج ہی کے دن کے لئے چھپا رکھے تھے، جب میری وفات ہو جائے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ مبارک قمیص میرے کفن کے نیچے میرے جسم کے ساتھ رکھنا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بال مبارک اور ناخن مبارک کو میرے مونھ، میری آنکھوں اور میرے جسم کے وہ مقام جو سجدے میں لگتے ہیں یعنی پیشانی، ناک وغیرہ پر رکھنا۔

☆ المستدرک، کتاب الجنائز، ص ۳۶۱، ج ۱ (مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ،

حیدر آباد دکن، ۱۳۳۴ھ) اور دلائل النبوۃ، بیہقی، ص ۲۴۹، ج ۷ (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت) میں ہے کہ امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے وصیت فرمائی کہ ان کے پاس وہ مشک جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن اقدس پر لگائی گئی تھی کچھ بچی ہوئی رکھی ہے، انہیں بھی بعد از وصال وہی مشک لگائی جائے۔

☆ الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ص ۷۱، ج ۱ (مطبوعہ مطبعہ السعادہ، مصر، ۱۳۲۸ھ) میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک اپنی زبان کے نیچے رکھنے کو فرمایا، چناں چہ وہ اسی حال میں دفن ہوئے کہ موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے تھا۔

☆ ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ'' میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ انہوں نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ پر اپنے ہاتھ پھیر کر پھر وہ ہاتھ اپنے مونھ پر پھیر لیا۔

☆ اسی شفاء شریف میں ہے کہ ''وہ مقامات جن کی زمین کا حضور سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر سے تعلق ہے، ان کی درس گاہیں اور ان کی سجدہ گاہیں اور ان کی جلوہ گاہیں اور قیام گاہیں تعظیم کئے جانے کے لائق ہیں، ان کی ہواؤں کو سونگھنا اور ان کے گھروں اور دیواروں کو چومنا چاہیے .... اور مجھ پر عہد ہے کہ اپنی آنکھوں کے گوشے ان دیواروں اور میدانوں سے بھروں گا۔ خدا کی قسم! میں اپنی سفید داڑھی کہ گرد وغیرہ سے بچائی جاتی ہے، ان میدانوں میں بوسوں کی کثرت سے ضرور خاک آلودہ کروں گا۔''

☆ ''روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے اس پرنالہ کے اکھاڑنے کا حکم دیا جو صفا اور مروہ کے درمیان کے راستہ کی جانب واقع تھا (سو وہ آپ کے حکم سے اکھاڑ دیا گیا) پس حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ سے کہا کہ تم نے اس پرنالہ کو اکھاڑا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے رکھا تھا پس حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا تب تو (اس کو اس کی جگہ لوٹانا ضرور ہے اور) اس کو اس کی جگہ تمہارے ہاتھ کے سوا دوسرا نہ رکھے گا اور عمر کے کندھے کے

سوا تمہارے لئے دوسری کوئی سیڑھی نہ ہوگی پس ان کو اپنے کندھے پر کھڑا کیا اور انہوں نے اس کو اس کی جگہ رکھ دیا''۔ (قصص الاولیاء، ص ۲۸۹، از تھانوی)۔

☆ علامہ امام تاج الدین فاکہانی فرماتے ہیں: ''فجر منیر میں نقشہ قبور کے بارے میں یعنی روضۂ مبارک کی نقل، نقشہ قبر (تصویر) میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضہ مبارکہ کی زیارت نہ ملے وہ اس عکس کی زیارت کر لے اور شوق دل سے اسے بوسہ دے کر یہ نقل، مثال اسی اصل کی قائم مقام ہے جس پر صحیح تجربہ گواہ ہے اور اسی لئے علماء دین نے اس کی نقل کا اعزاز و اکرام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں...... جیسے نعلِ مقدس کا نقشہ، منافع و خواص میں یقیناً اس کا قائم مقام ہوا''...... اور حضرت محمد بن سلیمان جزولی (صاحبِ دلائل الخیرات) نے دلائل الخیرات شریف میں روضہ مبارکہ کا نقشہ لکھا اور خود اس کی شرحِ کبیر میں فرمایا کہ بے شک میں نے اس کو شیخ تاج الدین فاکہانی کی پیروی کرتے ہوئے ذکر کیا ہے...... علامہ محمد بن علی فاسی نے بھی مطالع المسرات میں واضح لکھا کہ علامہ تاج الدین فاکہانی نے اپنی کتاب الفجر المنیر میں قبورِ مقدسہ کی صفت میں ایک باب باندھا ہے اور اس کے فوائد میں یہ بتایا کہ جو شخص روضہ اقدس کی زیارت نہ کر سکے وہ اس کی تصویر ہی کو مشتاقانہ دیکھے اور بوسہ دے کر اپنے اشتیاق میں اضافہ کرے......'' (جناب اشرفعلی تھانوی نے بھی اپنے رسالہ ''**نیل الشفا بنعل المصطفیٰ**'' میں نقشۂ نعل شریف کے خواص و فضائل کے بارے میں لکھا اور اسے بوسہ دینے کی تاکید کی اور اپنے رسالے ''زاد السعید'' میں لکھا کہ ''مؤلف دلائل الخیرات کی قبر سے خوش بو مشک و عنبر کی آتی ہے......'' اور اسی رسالہ میں امام فاکہانی کی فجر منیر کا ذکر بھی ہے......) (☆)

(☆) ماہ نامہ الرشید لاہور، دار العلوم دیو بند نمبر، ماہ فروری، مارچ، ۱۹۷۶ کے ص ۵۲۴ پر ہے:

''حضرت گنگوہی سے کسی نے سوال کیا کہ: بر تصویر روضہ منورہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و نقشہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و نقشہ مکہ مکرمہ کہ در دلائل الخیرات واقع است بوسہ دادن و چشم مالیدن از روئے شرع جائز است یا نہ؟

الجواب: بوسہ دادن و چشم مالیدن بریں نقش ہا ثابت نیست و گر از غایت شوق سرزد ملامت ہم بر جا نباشد، کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی۔ الجواب صحیح، اشرفعلی (تھانوی) ۲/محرم ۱۳۲۲ھ، امداد الفتاوٰی، جلد ۴، صفحہ ۲۶۵''۔

☆ امام نووی شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
اس حدیث میں علم کی کئی اقسام ہیں اور اس سے صالحین کے آثار سے تبرک (برکت) حاصل کرنا، علماء وصلحاء بزرگوں کی زیارت کرنا، ان کی پیروی کرنا اور ان سے تبرک حاصل کرنا...... زیر حدیث ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا (استعمال شدہ) پانی لے کر نکلتے تو (صحابہ کرام میں سے) کوئی اسے لیتا تھا (پینے کے لئے) اور کوئی (اسے اپنے مونھ وغیرہ پر ملتا تھا)۔ فرمایا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صالحین کے آثار سے برکت وتبرک حاصل کرنا، ان کے بچے ہوئے پانی اور کھانے کی (غذا کی چیزوں) اور لباس سے تبرک حاصل کرنا، جائز ہے۔

☆ التکشف، ص ۵۵۴ میں جناب اشرفعلی تھانوی نے بھی حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی (کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی نے عرض کی کہ حضور میرے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں کہ میں اس کو نماز کی جگہ بنا لوں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ فرمایا کہ وہ اس صحابی کے گھر تشریف لا کر ایسا کریں گے) تھانوی صاحب یہ حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں:
"ف: **رسم تبرک مواضع مبارکہ:** باوجودیکہ یہ صحابی خود بھی جگہ کی تعیین کر سکتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینے سے محض یہ غرض تھی کہ وہ جگہ متبرک ہو جاوے گی تو وہاں نماز پڑھنے میں زیادہ برکت ہوگی، پس اس سے مقاماتِ متبرکہ میں ذکر وطاعت کرنے کی اصل نکلتی ہے"۔

☆ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں، امام ملا علی قاری نے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں احادیث کے تحت تبرک حاصل کرنے کے جواز وفضیلت میں وضاحت سے لکھا ہے۔

☆ امام احمد بن محمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں واضح طور پر فرماتے ہیں:

”استنبط منه التبرک لما یلامس اجساد الصالحین“۔(ج ا،ص ۳۸۱)۔اس سے ثابت ہوا کہ جو چیز صالحین (نیکوں) کے اجسام سے مس کرے، چھو جائے، اس سے تبرک حاصل کرنا چاہیئے)۔امام ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی (رحمۃ اللہ علیہ) کا یہ ارشاد حضرت شیخ الاسلام ابوزکریا نووی (رحمۃ اللہ علیہ) کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کے بارے میں علامہ احمد بن محمد مصری (رحمۃ اللہ علیہ) نے فتح المتعال میں نقل کیا ہے: ”ملک شام کے دارالحدیث میں ایک لطیف خصوصیت ہے، اس کے بچھونوں کی طرف مائل ہوں، شاید میری جبین ناز کو اس مقام پر لگنا نصیب ہو جہاں امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) کے قدم لگے ہوں......“۔

☆ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے ”فیوض الحرمین“ میں صراحت سے لکھا ہے کہ بزرگانِ دین نے جہاں نمازیں ادا کی ہوں ان جگہوں میں برکت ہوتی ہے اور وہاں نماز ادا کرنا فضیلت رکھتا ہے اور کاملین کے آثار دوسروں کے آثار سے ممتاز ہوتے ہیں......۔

☆ وہ ہمعات میں لکھتے ہیں کہ: ازیں جاست حفظ اعراس مشائخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں واعتنائے تمام کردن بہ تعظیم آثار واولاد ومنتسبان ایشاں......اس سے معلوم ہوا کہ پابندی سے مشائخ کا عرس منانا، ان کی قبور (مزارات) کی پابندی سے زیارت کرنا، ان کے لئے فاتحہ خوانی کرنا اور صدقہ دینا اور ان کے آثار واولاد اور ان سے نسبت رکھنے والوں سے تعظیم کے ساتھ مکمل توجہ کا برتاؤ کرنا۔

وَلِنِعْمَ مَا قِیْل بمقامے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود

(یہ فارسی شعر جناب اشرفعلی تھانوی نے اپنی تحریروں میں جابجا نقل کیا ہے)

وَقَالَ اِمَامُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

☆ جناب اشرفعلی تھانوی کی التکشف، کے ص ۶۴۱، ۶۴۲ پر ہے،

’’حدیث اول: طلق بن علی سے روایت ہے کہ ہم اپنی قوم کے فرستادہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ کو اطلاع دی کہ ہماری سرزمین میں ہمارا ایک عبادت خانہ مذہب عیسائی کا ہے (ہم اس کو مسجد بنانا چاہتے ہیں) اور (اس مقام پر برکت کے چھڑکنے کو) ہم نے آپ سے آپ کے وضو کا پانی مانگا۔ آپ نے پانی منگایا پھر وضو کیا اور مضمضہ کیا۔ پھر وہ پانی ایک چھوٹے سے مشکیزہ میں بھر دیا اور فرمایا، جب تم اپنی سرزمین میں پہنچو تو اس معبدِ نصاریٰ کو توڑ ڈالنا اور اس جگہ یہ پانی چھڑک دینا اور اس کو مسجد بنا لینا۔ ہم نے عرض کیا کہ جگہ دور ہے اور گرمی سخت ہے اور پانی خشک ہو جاتا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس میں اور پانی ملا کر بڑھا لینا کہ اس میں بھی برکت ہی بڑھ جاوے گی۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

حدیث دوم: حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حلاق آپ کے بال سر کے اتار رہا تھا اور آپ کے اصحاب نے آپ کو گھیر رکھا تھا، پس وہ آپ کے ایک بال کا بھی کسی شخص کے ہاتھ سے باہر گرنا نہ چاہتے تھے (یعنی ہر بال کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آتا تھا)۔

حدیث سوم: حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے (جب ان کے گھر تشریف لے جاتے) ایک چمڑا کا بستر بچھا دیا کرتیں اور آپ (گاہ گاہ) ان کے گھر قیلولہ فرمایا کرتے تھے (یہ آپ کی قریب کی کچھ رشتہ دار ہیں) جب آپ سو کر اٹھتے تو (اس بستر پر سے) آپ کا پسینہ اور بال (جو سر وغیرہ کا ٹوٹ جاتا) جمع کر لیتیں اور ایک شیشہ میں محفوظ رکھتیں پھر اس کو مرکب خوش بو میں ملاتیں۔ جب حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی (کہ امِ سلیم کے صاحب زادے ہیں) وفات قریب پہنچی تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ ان کے حنوط میں (جو کہ میت کے بدن اور کفن کو لگاتے ہیں) اس مرکب خوش بو میں سے ملایا جاوے (جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ

مبارک تھا) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم ونسائی (رحمہما اللہ تعالیٰ) نے......ف: رسم تحصیل تبرکات: بزرگانِ دین کی تلبس کی چیزوں کی رغبت اور اہتمام اور ان سے برکت حاصل کرنا حیوۃً اور موت میں بمقتضائے احادیث ثلاثہ مشروع اور ثابت ہے‘‘۔

☆ تھانوی صاحب التکشف، ص ۶۱۶ میں حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

’’ف: رسم حفاظت تبرکات وعدم تغییر آں: اکثر اہل محبت کا یہی معمول ہے کہ تبرکات کو حتی الامکان بعینہٖ محفوظ رکھتے ہیں اور اسی کو ادب سمجھتے ہیں، یہ حدیث اس کی مؤید ہے۔‘‘

☆ ’’اکثر اہل محبت وعقیدت کا معمول ہے کہ مقبولان الٰہی کے ملبوسات یا مستعمل اشیاء سے برکت حاصل کرتے ہیں اس حدیث (نمبر 49) میں صراحۃً اس کا اثبات ہے‘‘۔ (التکشف، ص ۴۹۸)

☆ المستدرک (امام حاکم) جلد چہارم، ص ۵۱۵، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد دکن اور مسند احمد، ص ۴۲۲، ج ۵ مطبوعہ بیروت اور تاریخ مدینۃ دمشق، ابن عساکر، ص ۲۴۹، ج ۵۷ (مطبوعہ دار الفکر بیروت) میں حدیث پاک ہے:

قال اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فاخذ برقبته و قال اتدری ما تصنع قال نعم فاقبل علیه فاذا هو ابو ایوب الانصاری رضی اللّٰه عنه فقال جئت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ولم آت الحجر سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکوا علیه اذا ولیه غیر اهله۔ (هذا حدیث صحیح الاسناد)۔(☆)

ترجمہ: (گورنرِ مدینہ) مروان آیا تو اس نے ایک شخص کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبرِ

(☆) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ابن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں: ’’امروز در حدیث دیدم کہ ابوایوب صحابی جلیل القدر بر قبر آں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رو نہادہ می گریستند پس ازین دلیل مارا از متقشفین فقہا کہ بنا بر بوسہ قبر مادر پدر و پیر و مرشد منع می کردند نجات شد الحمد للہ علی ذلک‘‘۔ (ص ۱۱۹، ملفوظات، مطبوعہ در مطبع مجتبائی، میرٹھ، ۱۳۱۴ھ)

انور پر چہرہ رکھے ہوئے پایا تو مروان نے اس شخص کو گردن سے پکڑا اور کہا کیا تو جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ (اس نے) کہا، ہاں۔ پس جب اس شخص کی طرف (مروان) نے توجہ کی تو اچانک (کیا دیکھا کہ) وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے، تو (حضرت ابو ایوب انصاری) نے فرمایا کہ میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے تھے کہ دین پر اس وقت نہ روؤ جب حکمران اہل ہو لیکن دین پر اس وقت روؤ جب دین کا ولی (حکمران) نا اہل ہو۔ اس حدیث کی سندیں صحیح ہیں۔ (حضرت ابو ایوب انصاری کا اشارہ مروان کی طرف تھا کہ تو نا اہل حاکم ہے، اس لئے میں اپنے آقا کی خدمت میں آ کر رو رہا ہوں)۔ (☆)

☆ اور ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ'' (مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر) میں ہے:

''و روی ابن عمر وا ضعا یدہ علی مقعد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من المنبر ثم وضعھا علی وجھہ و عن ابن قسیط والعتبی کان اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا خلا المسجد حسو رمانۃ المنبر التی تلی القبر بمیامنھم ثم استقبلوا القبلۃ یدعون''۔ (ص۔ ۷۰/۲)

ترجمہ: اور حضرت عبد اللہ بن عمر (فاروق رضی اللہ عنہما) کو دیکھا گیا اس حال میں کہ انہوں نے اپنا ہاتھ (رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) منبر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ پر رکھا، پھر اس (ہاتھ) کو اپنے چہرے پر رکھا (پھیرا) اور ابن قسیط اور عتبی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب جب مسجد نبوی خالی ہوتی تو اس کے منبر کے رمانہ

☆ ''ذکر کشفِ قبور: جان کہ ذکر کشفِ قبور کے واسطے اول جب مقبرہ میں آئے، دوگانہ ان بزرگ کی روح کے واسطے پڑھے...... پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے...... بعدہٗ قل کہے بعد فاتحہ کے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے۔ بعدہٗ سات دفعہ طواف کرے اور اس میں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے پھر پاؤں کی طرف (قبر پر) رخسارہ رکھے اور نزدیک میت کے منہ کے بیٹھے......'' (مترجم، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ص ۹۹۔ ۱۰۰، مطبوعہ آرمی برقی پریس، دہلی ۱۳۴۴ھ)

(گول، انار کی شکل کے بنائے ہوئے کنگورے) کو جو قبر شریف سے ملتا ہے، اپنے دائیں ہاتھ سے چھوتے، پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرتے۔

☆ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو درداء عویمر بن زید بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ''حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جو ملک شام کو چلے گئے تھے) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو (خواب میں) دیکھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان (بلال) سے فرماتے ہیں، یہ کیا بے رخی ہے اے بلال! کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کو آؤ؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاگے تو غم گین اور ڈرے ہوئے تھے، پس زیارت کا ارادہ کر کے مدینہ جانے کے لئے سوار ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر اقدس پر حاضر ہو کر روئے اور اپنا مونھ قبر شریف پر ملتے تھے''۔ (وفاء الوفاء، مطبوعہ بیروت، ص ۱۳۵۶/۴۔ سیر اعلام النبلاء، ص ۲۲۲/۳، مطبوعہ بیروت)

☆ امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر انور پر اپنے دونوں رخسار رکھے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنا دایاں ہاتھ قبر پر رکھتے اور اسمٰعیل تیمی سے نقل کیا کہ ابن المنکدر (تابعی) کو کوئی ایسی مصیبت ہوتی کہ کلام نہ کر پاتے تو وہ کھڑے ہو جاتے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر شریف پر اپنا رخسار (گال) رکھتے، کسی نے انہیں ٹوکا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر سے شفا حاصل کرتا ہوں''۔ (وفاء الوفاء، مطبوعہ بیروت، ص ۱۴۰۶/۴) اسی کتاب میں علامہ سمہودی نے امام ابو عبداللہ محمد ابن ابی الصیف اور محبّ طبری سے بھی نقل کیا کہ اولیاء اللہ کے مزارات کو بوسہ دینا جائز ہے۔ (فتح الباری، ص ۳۸۰/۳۔ عمدۃ القاری، ص ۲۴۱/۹)

☆ عالم مدینہ علامہ سید نور الدین سمہودی ''خلاصۃ الوفاء'' میں نقل فرماتے ہیں: ''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند امام عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا، کوئی شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر کو چھوئے اور بوسہ دے اور ثواب الٰہی کی امید پر ایسا ہی فعل قبر شریف کے ساتھ کرے تو (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا اس میں کچھ

حرج نہیں"۔عربی عبارت یوں ہے:**و فی کتاب العلل والسئوالات لعبد اللّٰہ بن احمد بن حنبل سالت ابی عن الرجل یمس منبر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم تبرک بمسه وتقبیله و یفعل بالقبر مثل ذلک جاء ثواب اللّٰہ تعالیٰ فقال لا باس به**۔(وفاء الوفاء، مطبوعہ بیروت،ص ۱۴۰۴/۴۔معجم الشیوخ ذہبی،ص ۴۵/۱،حرف الالف۔فتح الباری شرح صحیح بخاری،ص ۳۸۰/۳،مطبوعہ دارالعرفہ، بیروت۔عمدۃ القاری، ص ۲۴۱/۹،مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔فیض الباری،ص ۹۶/مطبوعہ مصر)۔

☆ یہ احادیث بھی ملاحظہ ہوں:

ان الدنیا جنة الکافر و سجن المومن وانما مثل المومن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض و یسفح فیها............ فاذا مات المومن یخلی سربه یسرح حیث شاء ...... ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاء ت و نفس الکافر فی سجین...... (مسند احمد۔طبرانی۔حاکم۔حلیہ۔کتاب الزہد)

ترجمہ: یعنی بے شک دنیا، کافر کے لئے جنت اور مومن کے لئے قید خانہ ہے، جب مومن کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید خانے میں تھا، اب اس سے آزاد کر دیا گیا پھر زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا...... جب مومن مرتا ہے تو اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے......یعنی بے شک مومنوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں، جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور کافروں کی روحیں سجین میں مقید ہیں)۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (صاحب تفسیرِ مظہری) اپنے رسالہ "تذکرۃ الموتیٰ والقبور" (مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۹۱۳ء) میں لکھتے ہیں:

"اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا و احبادنا ارواحنا یعنی ارواح ما کار اجاد فی کنند و گاہی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید......

ارواح ایشان درزمین وآسمان وبہشت ہرجا کہ خواہندمی روندودوستان ومعتقدان رادر دنیاوآخرت مددگاری می فرمایندودشمنان راہلاک فی نمایندوازارواح شان بطریق اویسیہ فیض باطنی می رسدوبسبب ہمین حیات اجساد آن ہارادرقبرخاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت کردہ ارواح مومنین ہرجا کہ خواہندسیر کنند مراد از مومنین کاملین اندوحق سبحانہ وتعالیٰ اجساد ایشان راقوت ارواح می دہد کہ درقبورنماز می خوانندوذکرمی کنندوقرآن می خوانند......''(ص ۳۱)

(ترجمہ): اولیاء اللہ فرماتے ہیں: ہماری روحیں ہی ہمارا جسم ہیں اور ہمارے جسم ہی ہماری روحیں ہیں یعنی ہماری روحیں، جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی اجساد (جسم) بہت لطافت کی وجہ سے روحوں کے رنگ میں جلوہ نما ہوتے ہیں......ان (اولیاء اللہ) کی روحیں زمین وآسمان اور بہشت میں جہاں بھی چاہتی ہیں جاتی ہیں اور دوستوں عقیدت مندوں کی دنیا وآخرت (کے معاملات) میں مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔ اور ان کی روحوں سے بطریق اویسیہ باطنی فیض بھی پہنچتا ہے۔ اور اسی حیات کی وجہ سے ان کے جسموں کو قبر میں مٹی نہیں کھاتی بلکہ کفن بھی باقی رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا روایت کرتے مالک سے کہ: مومنین کی روحیں جہاں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں (یعنی ایمان وتقویٰ میں کامل لوگ) اور حق سبحانہ وتعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرمادیتا ہے کہ وہ قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں......

(واضح رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے مکتوب میں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کو''فضیلت وولایت مآب، مروج شریعت ومنورطریقت ونورمجسم و عزیزترین موجودات ومصدرانوارفیوض وبرکات'' کے القاب سے یاد کیا اور شاہ عبدالعزیز دہلوی انہیں''بیہقیِ وقت'' کہتے تھے۔)

کہئے تھانوی صاحب! آیاتِ قرآنی اوراحادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد کیا آپ کسی قول یا اپنی رائے کی بات کرکے مزید رسوائی پسند کریں گے یا اپنے غلط

موقف سے توبہ کریں گے؟

تھانوی صاحب! آپ کے دیو بندی مذہب میں آپ کے بڑوں کی انتہا درجہ مبالغہ آمیز تعریف وتوصیف آپ کے ہم مذہبوں کو بہت مرغوب ہے۔ (یہ اور بات ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف آپ لوگوں کو شرک وحرام لگتی ہے)۔ اس لئے اب آپ اپنے مذہب کے بڑوں کے ارشادات بھی ملاحظہ فرما لیں، اور قارئین بھی جان لیں کہ آپ لوگ نہ تو قرآن، حدیث اور نہ ہی اپنے بڑوں کی تحریروں کے مطابق موقف رکھتے ہیں۔

تھانوی صاحب، آئینہ دیکھئے۔

☆ ''بحق آں کہ شاہ اولیا شد — درِ او بوسہ گاہِ اولیا شد

شہ والا گہر امداد اللہ — کہ بہر عالم ست امداد اللہ

بآن شاہ شہیدان حاج حرمین — شہ عبدالرحیم غوث دارین

بعبد الہادی ہادی پیراں — امیر و دست گیر دست گیران''

(از شجرہ منظومہ چشتیہ صابریہ، تصنیف کردہ جناب محمد قاسم نانوتوی، جمالِ قاسمی، ص ۲۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی)

☆'' (جناب محمد قاسم نانوتوی مزعومہ بانی مدرسہ دیو بند) کلیئر شریف تشریف لے جاتے تو رڑکی سے پیدل، ننگے پاؤں ہو لیتے اور شب کو روضہ میں داخل ہو کر کواڑ بند کر لیتے اور تمام رات حضرت صابر صاحب کے مزار پر تنہائی میں گزارتے تھے۔''

(سوانح قاسمی، ص ۳۰، ج ۲، از مناظر احسن گیلانی، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

''**عن عبداللہ بن نافع المزنی (رضی اللہ عنہ) قال مات رجل بالمدینۃ فدفن بھا فراٰہ رجل کانہ من اھل النار فاغتم لذلک ثم اریعہ بعد سابعۃ وثامنۃ کانہ من اھل الجنۃ فسألہ قال دفن معنا رجل من الصالحین فشفع فی اربعین من جیرانہ فکنت فبھم۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا۔** ترجمہ: عبداللہ بن نافع مزنی سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینے میں مرگیا اور وہیں دفن کر دیا گیا اس کو ایک

شخص نے (خواب میں) دیکھا کہ وہ دوزخی ہے وہ مغموم ہوا پھر ساتویں یا آٹھویں دن بعد دیکھا کہ وہ جنتی ہے، اس نے اس سے پوچھا، جواب دیا کہ ہمارے پاس ایک شخص صلحاء میں سے دفن کیا گیا ہے اس کی سفارش آس پاس کے چالیس آدمیوں کے بارے میں مقبول ہوئی، ان میں سے ایک میں تھا''۔(شوق وطن، ص ۵۳۔ از تھانوی)

☆ ''مکمل شاہ صاحب کے مزار کے پاس ایک دفعہ حکیم (ضیاء الدین) صاحب نے دیکھا کہ محمد قاسم نانوتوی تشریف فرما ہیں۔ حکیم صاحب بھی مزار کے قریب پہنچے اور بے خیالی میں ان کا پاؤں مزار شریف سے چھو گیا۔ حکیم صاحب کا بیان ہے کہ حضرتِ والا (نانوتوی) کو دیکھا کہ بے ساختہ دونوں ہاتھوں سے میرے پاؤں کو پکڑے ہوئے مزار سے الگ کر رہے ہیں''۔(سوانح قاسمی، ص ۳۰، ج ۲)

☆ ''حق تعالیٰ کی طرف سے جب رحمت و مغفرت کی ہوائیں چلتی ہیں تو مقصود بزرگ (اللہ والے) ہوتے ہیں مگر حسب قرب و بُعد پہنچتی ہیں سب آس پاس والوں کو بھی...... بزرگوں کے جوار (پڑوس) اور قرب مکانی کا کوئی فائدہ اگر نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روضہ پاک میں دفن ہونے کی آرزو کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی آرزو کیوں قرار دیتے...... اللہ والے لوگ ایسی قوم کے لوگ ہیں جن کا ہم نشین ناکام نہیں ہو سکتا...... بزرگوں کے قریب دفن ہونا مردے کے لئے فائدہ بخش ہے۔''

(سوانح قاسمی، ص ۳۵، ج ۲۔ ارواحِ ثلاثہ، ص ۲۱۸، مطبوعہ دار الاشاعت، کراچی)۔

☆ ''رسم تبرک مواضع متبرک در دفن: بزرگوں سے بکثرت منقول ہے کہ موضع متبرک میں یا کسی صالح کے جوار میں دفن ہونے کا اہتمام و وصیت کرتے ہیں۔ اس روایت (نمبر ۸۹) میں اس کی اصل صریحاً موجود ہے''۔(التکشف، تھانوی، صفحہ ۵۳۸)

☆ ''ابو عبداللہ محمد بن فتوح بن عبداللہ الازدی، یہ حمیدی جامع بین الصحیحین کے پوتے ہیں، امام ہیں، ۴۸۸ھ میں وفات پائی اور انہوں نے مظفر بن رئیس الرؤسا کو وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو بشر حافی کی قبر کے پاس دفن کیا جاوے، اس نے وصیت کے خلاف

کیا۔ ایک دفعہ مظفر نے ان کو خواب میں دیکھا کہ اس مخالفت پر عتاب کرتے ہیں تو صفر ۹۱۴ھ میں منتقل کئے گئے تو کفن بھی نیا تھا اور بدن بھی تازہ تھا اور خوش بو مہکتی تھی"۔

(قصص الاولیاء، ص ۱۲۷۔ جمال الاولیاء، ص ۹۲)

☆ "ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑا بخارا کی بہت کثرت ہوئی، سو جو شخص مولانا (محمد یعقوب) کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا، اسے ہی آرام ہو جاتا"۔

(ارواحِ ثلاثہ، ص ۲۹۵۔ آپ بیتی، ص ۹۸۲)

☆ "غدر (جنگِ آزادی) کے زمانے میں اس سہ دری کو آگ لگا دی گئی تھی، اس حجرے کے در اور کواڑ پر اب تک جلے ہوئے کا اثر ہے، یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے ہی کے ہیں، لوگوں نے مجھ (تھانوی) سے کہا بھی کہ ان کو نکلوا دو۔ میں (تھانوی) نے کہا کہ نہ بھائی اس کو میں نہ نکلواؤں گا اور یہ اس خیال سے کہ ان کو حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب) کا ہاتھ بھی لگا ہوا ہوگا اور کبھی اس چوکھٹ کو سر بھی لگا ہوگا...... ایک مولوی صاحب نے (تھانوی) سے عرض کیا کہ جس جگہ بزرگ رہتے ہیں، اس جگہ میں ایک خاص برکت اور نور رہوتا ہے۔ (تھانوی نے) فرمایا: میں نے خود حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ سنا ہے، فرمایا کرتے تھے "جائے بزرگاں بجائے بزرگاں" واقعی برکت ضرور ہوتی ہے۔ (تھانوی) نے فرمایا کہ حضرت شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو تشریف لے گئے تھے، ان کی جگہ بیٹھ کر ذکر کرتا ہوں تو زیادہ انوار و برکات محسوس ہوتے ہیں اور جگہ میں یہ بات نصیب نہیں ہوتی، یہ تو مشاہدہ ہے"۔

(قصص الاکابر، ص ۹۴، از اشرفعلی تھانوی، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور)

☆ "پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوقِ عرفانی
بن گئے ان کے تصدق سے مقامِ محمود
کیوں نہ نانوتہ و گنگوہ ہوں نازاں دونوں"

(کلیاتِ شیخ الہند، از محمود حسن دیو بندی، مطبوعہ مکتبۂ محمودیہ، لاہور)

☆ ''سید (محمد عابد) صاحب (دار العلوم دیو بند کے اصلی بانی) کے دیگر ظاہری و باطنی کمالات کے ساتھ ساتھ ان میں ادنیٰ تعویذ و گنڈہ ہے، جس کے سبب اہل دیو بند اور نواحِ دیو بند کے ہر قسم کے دکھ درد و دلدر دور ہوتے ہیں......آپ (سید محمد عابد) کی ذات فیض آیات سے خلائق کو بہت طرح کا نفع حاصل ہے۔'' (سوانحِ قاسمی، ص ۲۳۹، ج ۲) (☆)

☆ ''جناب رشید احمد گنگوہی نے بیان فرمایا کہ جب میں ابتداءً گنگوہ کی خانقاہ میں آکر مقیم ہوا ہوں، تو خانقاہ میں بول و براز (پیشاب پاخانہ) نہ کرتا تھا بلکہ باہر جنگل جاتا تھا کہ شیخ کی جگہ ہے، حتیٰ کہ لیٹنے اور جوتے پہن کر چلنے پھرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔'' (آپ بیتی ص ۹۲۰، از شیخ محمد زکریا، مطبوعہ سہارن پور۔ ارواحِ ثلاثہ، ص ۲۶۴، از اشرفعلی تھانوی۔ اکابر کا تقویٰ، ص ۱۵)

☆ ''والد صاحب کے حجرہ سے زینہ میں آنے کے لئے حضرت کے حجرہ کی چھت پر کو آنا پڑتا تھا تو میں بجائے اس چھت کے برابر کی منڈیر پر کو ہمیشہ گزرتا تھا، تھی تو ریا کاری، اس لئے کہ حقیقی ادب تو اب تک بھی نصیب نہیں ہوا۔'' (آپ بیتی، ص ۹۳)

☆ ''اہل قبور سے فائدہ ہوتا ہے، کبھی مستفیض (فیض چاہنے والے) کے قصد سے اور کبھی بغیر اس کے قصد کے، جیسے آفتاب سے بلا قصد بھی ہوتا ہے''۔

(اشرف العلوم، بابت ماہِ شعبان، ۱۳۵۵ھ، ص ۲۷، از تھانوی)

☆ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''اور اسی واسطے ان اولیاء اللہ اور صلحاء مومنین سے کہ دفن کئے گئے ہیں نفع اور فائدہ لینا جاری ہے''۔

فرماتے ہیں: ''اور بعضے خاص اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ کے محض اپنے بندوں کی ہدایت اور ارشاد کے واسطے پیدا کیا ہے ان کو اس حالت میں بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا

(☆) ''(جناب اشرفعلی تھانوی نے) فرمایا کہ حضرت گنگوہی فرماتے تھے کہ بعض مرتبہ تو اس پر افسوس ہوتا ہے کہ ہم نے تعویذ گنڈے کیوں نہ سیکھ لئے کہ لوگوں کو نفع ہوتا''۔ (مجالس حکیم الامت، ص ۲۳۴)

ہے...... اور اکثر لوگ باطنی کمالوں کو انہیں سے حاصل کرتے ہیں اور حاجت منداور غرض والے اپنے اڑے کاموں کی کشادگی کا سبب ان سے پوچھتے ہیں اوران کے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہیں اوران کا حال اس وقت میں اس مصرع کے مضمون پر گواہی دیتا ہے ع من آیم بجاں گرتو آئی بہ تن۔'' (تفسیر فتح العزیز، اردو ترجمہ،ص ۷۷ ،۱۶۶، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، یوپی، ۱۳۷۳ھ)

☆'' (جناب رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ) تصرفات وکراماتِ اولیاء اللہ بعد ممات بحال خود باقی می ماند بلکہ درولایت بعد موت ترقی می شود، حدیثے کہ ابن عبدالبر نقل کردہ شاہداست''۔

(تذکرۃ الرشید،ص ۲۵۲ ج ۲، مرتبہ عاشق الٰہی میرٹھی، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور)

(ترجمہ: اولیاء اللہ (اللہ تعالیٰ کے پیاروں، مددگاروں) کے تصرفات اور کرامات، ان کی وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی رہتی ہیں بلکہ ولایت میں تو موت کے بعد ترقی ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن عبدالبر کی نقل کردہ حدیث اس کی گواہ ہے۔)

☆'' آپ (رشید احمد گنگوہی) دنیا سے تشریف لے گئے مگر آپ کے تصرفات عالم میں اپنا کام برابر کررہے ہیں''۔ (تذکرۃ الرشید،ص ۱۵۱، ج ۲)

☆'' دہم مرید یقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شیخ دوراست اما از روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم داند ہر وقت شیخ را بیاد دارد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود و چوں ہر دم در حل واقعہ محتاج شیخ بود شیخ را بہ قلب حاضر آوردہ بلسانِ حال سوال می کند''۔ (امدادالسلوک،ص ۹، از رشید احمد گنگوہی)

(ترجمہ: نیز مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہئے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ میں مقید و محدود نہیں ہے، مرید جہاں بھی ہوگا، خواہ قریب ہو یا بعید تو گویا شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں، جب اس امر کو پختہ یقین سے جان لے گا اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے گا تو ربطِ قلب پیدا ہو جائے گا اور ہر دم استفادہ ہوتا رہے گا اور مرید کو کسی

واقعے میں شیخ کی حاجت پیش آئے تو (ربطِ قلب کی وجہ) سے شیخ کو قلب میں موجود مان کر زبانِ حال سے سوال کرے)۔

☆ تربیت السالک، ص ۴۰۰، ج ۱ میں تھانوی صاحب کو ان کے ایک چاہنے والے نے التماس لکھی جو تھانوی صاحب نے خود نقل کی، ملاحظہ ہو:

"دست گیری مری کر بہر خدا بہر نبی
مجھ کو منزل میں تو پہنچا دے حکیم الامت"

اسی کتاب کی جلد دوم کے ص ۱۱۱۸ پر ایک اور صاحب، اشرفعلی تھانوی کے لئے جو اشعار لکھتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہوں:

"مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو — شیأً للہ از جمال روئے تو
نفس و شیطاں در پئے راہم زدن — چشم دارم ہمتے از سوئے تو
صد ہزاراں را رہا یندی ز غرق — آفریں بردست و بر بازوئے تو"

(واضح رہے کہ جواب میں تھانوی صاحب نے اپنے لئے ان اشعار کے لکھنے پر کوئی اعتراض وغیرہ نہیں کیا)۔

☆ "(رشید احمد) گنگوہی کو ایک ثقہ شخص نے خواب میں دیکھا (گنگوہی نے) فرمایا کہ مجھ کو مرنے کے بعد اللہ نے خلافت دے دی، غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ تصرف کا اذن مل گیا۔ وجہ استخلاف یہی تصرف ہے اور یہ عام نہیں، بعض بزرگوں کو بعد وفات کے مل جاتا ہے۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ وہ کس قسم کا تصرف ہوتا ہے؟ (تھانوی نے) فرمایا، مثلاً کسی کو کیفیت باطنیہ حاصل ہوگئی یا اس میں ترقی ہوگئی۔ فرمایا مثلاً اس بزرگ کی قبر پر جانے سے ذوق وشوق میں ترقی ہوگئی، تو یہ ترقی اس بزرگ کے تصرف وتوجہ کا اثر ہوتی ہے جو مدرک ہوتا ہے۔ کسی نے اہل مجلس میں سے کہا کہ گھر بیٹھے بھی تو یہ فائدہ ہوسکتا ہے۔ (تھانوی نے) فرمایا، قبر سے مردہ کو خاص تعلق ہوتا ہے، وہاں اس کی زیادہ توقع ہے"۔

(اشرف العلوم، بابت ماہِ جمادین ۱۳۵۴ھ، ص ۴۲)

☆ ''اور جاننا چاہیئے کہ بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات اور خوارق (کرامات) سرزد ہوتے ہیں اور یہ امر معنیً حدتو اتُر تک پہنچ گیا ہے''۔ (بوادر النوادر، ص ۸۰، از اشرفعلی تھانوی۔ التکشف، ص ۴۵، از تھانوی، مطبوعہ سجاد پبلشرز، لاہور)

☆ ''خدا کی عادت ہے کہ بدون واسطہ کہ وہ فیوض و برکات نازل نہیں فرماتے''۔ (کمالاتِ اشرفیہ، ص ۲۲۳، از اشرفعلی تھانوی، مطبوعہ مکتبہ تھانوی، دفتر الابقاء متصل مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی)۔

☆ ''لوگوں کے قلوب میں انوار و برکات ان (اہل اللہ) کی وجہ سے آتے ہیں، برکات سے متمتع (نفع کے طالب) ہونے کی شرط ان (اہل اللہ) کے ساتھ اعتقاد ہے''۔ (کمالات اشرفیہ، ص ۱۳۰)

☆ ''جیسے آگ کی مصاحبت سے پانی گرم ہو جاتا ہے اور یہ صحبت جیسے احیاء کی نافع ہوتی ہے اسی طرح اموات کی بھی، جب کہ دونوں کی روح میں مناسبت ہو جو کہ شرطِ فیض ہے۔ پس جب صاحب مزار صاحب نسبت ہو اور زائر بھی صاحب نسبت ہو اور دونوں کی نسبت میں تناسب ہو، اس سے زائر کے احوالِ حاصلہ میں رسوخ و استحکام ہو جائے اسی کو ترقی و قوت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور نسبت کا رسوخ وحدانی ہونے کے سبب وجدان سے مدرک بھی ہو جاتا ہے''۔ (تربیت السالک، ص ۱۲۳۶، ج ۲ مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی۔ بوادر النوارد، ص ۸۵، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور)

☆ '' سوال: بعض صوفی قبورِ اولیاء پر چشم بند کر کے بیٹھتے ہیں اور سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض ہوتا ہے، اس بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں؟

الجواب: اس کی بھی اصل ہے، اس میں کوئی حرج نہیں اگر بہ نیت خیر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی ۱۳۱۰ھ'' (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۷، ج ۱ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ، دہلی)

☆ ''سوال: اور اہل اللہ کی قبر سے استفاضہ حاصل کرنے کا بطور صوفیہ کیا طریقہ ہے؟ اور ان کے مزار پر حسن اتفاق سے اگر جانا کبھی ہو گیا تو کیا کرنا چاہئے تاکہ ان کے فیضان روحانی سے طالب مستفیض ہو۔

الجواب: اول کچھ پڑھ کر بخشے پھر آنکھیں بند کر کے تصور کرے کہ میری روح اس بزرگ کی روح سے متصل ہو گئی ہے اور سے اس سے احوال خاصہ منتقل ہو کر پہنچ رہے ہیں''۔ (ص ۱۲۳۶، تربیت السالک، ج ۲، از تھانوی)

☆ ''ارواح کی مختلف حالتیں ہیں، بعض کو تو سوائے استغراق کے اور کوئی شغل ہی نہیں اور بعض کو بعد انتقال بھی تربیت واصلاح کی قوت عطا فرمادی جاتی ہے''۔ (افاضات یومیہ، حصہ ہفتم، ص ۳۰۷، از اشرفعلی تھانوی، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون)۔

☆ ''کرامات کا صدور حیات کے ساتھ خاص نہیں کیوں کہ مرنے سے ولایت سے (ولی) معزول نہیں ہو جاتا''۔ (قصص الاولیاء، ص ۵۰۷، از تھانوی)

☆ ''(حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے) فرمایا، اویسیہ وہ گروہ ہے کہ کسی بزرگ کی روح سے مستفید ہوا ہو، جیسے حضرت اویس قرنی زیارتِ جناب رسالت مآب (ﷺ) سے معذور رہے مگر آں حضرت (ﷺ) سے فیض یاب ہوئے، اسی مناسبت سے اویسیہ، اُویس سے منسوب کیا گیا جیسا کہ حضرت حافظ روحانیتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالحسن خرقانی روحانیتِ بایزید بسطامی قدس سرہ سے کہ سو سال بعد وفات حضرت کے پیدا ہوئے تھے، فیض یاب ہوئے اور بیعت عثمانی بھی اسی نوع سے ہے کہ جنگ حدیبیہ میں آں حضرت ﷺ نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی غیبیہ میں بیعت لی اور یہی توجیہہ بعینہٖ مشائخ کی کہ مرید کی غیبت میں کرتے ہیں''۔ (شمائم امدادیہ، حصہ دوم، ص ۵۴)

☆ ''امام فخر الدین رازی نے سورۂ کہف کی تفسیر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی کچھ کرامتیں ذکر کی ہیں اور فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ کا جنازہ حضور اکرم ﷺ کے مزار مبارک کے دروازہ پر لایا گیا اور ندا دی گئی السلام

علیک یارسول اللہ۔ یہ ابوبکر دروازہ پر حاضر ہیں تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور قبر شریف کے اندر سے کوئی آواز دیتا ہے کہ ایک دوست کو دوست کے یہاں داخل کر دو‘‘۔

(جمال الاولیاء، ص ۲۹۔فتاوٰی عزیزی، ص ۱۶۰، ج ۲)

☆ ’’شیخ جب قرافہ (قبرستان) کی زیارت کو تشریف لے جاتے، اہل قبور کو سلام کرتے اور اہل قبور ایسی آواز سے جواب دیتے کہ ساتھ کے لوگ سن لیتے تھے......آپ کی قبر برکتوں میں مشہور ہے اور لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں‘‘۔(جمال الاولیاء، ص ۱۶۸، ج ۱۔النور، بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ، از اشرفعلی تھانوی، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون۔ قصص الاولیاء، ص ۳۴۷، از تھانوی)

☆ ایک چور نے آپ (حضرت محمد بن حسن المعلم باعلوی) کے کھجور کے درختوں پر سے کچھ پھل چوری کر لیا تھا، تو اس کے بدن میں زخم ہو گئے اور اس قدر تکلیف کہ نیند حرام کر دی، صبح ہوئی وہ حضرت شیخ کی خدمت میں معذرت کے لئے حاضر ہوا۔آپ نے فرمایا کہ فلاں صاحب کی قبر پر جاؤ اور اس قبر کی مٹی اپنے زخم پر لگا لو، اس نے ایسا کیا اور اچھا ہو گیا‘‘۔(جمال الاولیاء، ص ۱۵۷، مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر)۔

☆ ’’حضرت معروف کرخی اجابت دعا میں مشہور تھے، اب بھی مشہور ہے کہ ان کی قبر کے پاس بھی دعا مقبول ہوتی ہے اور اہل بغداد ان کی قبر کو تریاق مجرب کہتے ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘۔(قصص الاولیاء، ص ۳۰۳۔از تھانوی)

☆ ’’شیخ محمد (بن ظفر شمیری) کی کئی کرامتیں ہیں، ایک تو سب سے بڑی یہ کہ باوجود ساتھ دفن کئے جانے کے (قبر سے) کپڑا نکال کر دے دیا، دوسرے پہلے سے اپنے ساتھ (کپڑا) دفن کرنے کی وصیت کرنا تا کہ بعد میں لوگوں کے لئے علامت بنا کر نکال دیں وغیرہ وغیرہ۔ان فقیہ محمد کا مزار موضع مردع میں ہے جو مدینۃ الجند کی شرقی جانب ایک مرحلہ کے قریب ہے۔اور جندی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ میں زیارت کے ارادہ سے ان کی قبر مبارک پر پہنچا، کئی روز قیام بھی کیا ہے اور ان کی برابر میں ان کی بیوی کی بھی قبر ہے اور

ان ہی بزرگ کی برکت ہے ان کا یہ موضع دشمنوں سے محفوظ ہے کہ جب کوئی شخص اس کے لئے برائی کا قصد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر دیتے ہیں اور آپ کی قبر کی مٹی سے مشک کی خوش بو آتی ہے"۔ (جمال الاولیاء، ص ۱۸۷)

☆ "محمد بن علی بن محمد الحاتمی یہ شیخ اکبر سلطان العارفین سیدی محی الدین بن العربی ہیں...... امام شعرانی (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے بھائی شیخ صالح حاج احمد حلبی نے بیان کیا ہے کہ ان کا گھر شیخ محی الدین کے مزار کے قریب تھا۔ متکبرین میں سے ایک شخص عشاء کے بعد آگ لے کر آیا وہ شیخ کے تابوت کو جلانے کا ارادہ کرتا تھا تو وہ مزار مبارک سے نو ہاتھ اس طرف زمین میں دھنس گیا اور غائب ہو گیا۔ میں یہ ماجرا دیکھ رہا تھا۔ اس کے گھر والوں نے اس رات اس کو نہیں پایا تو میں نے ان کو قصہ کی خبر کی، وہ آئے اور کھودا تو اس کا سر ملا مگر جتنا کھودتے تھے اسی قدر نیچے ہوتا اور زمین میں دھنستا چلا جاتا یہاں تک کہ لوگ عاجز ہو گئے اور اس پر مٹی دھکیل دی۔...... آپ (محی الدین ابن العربی) کی قبر مبارک مشہور ہے اس پر زیارت کے لئے آمد و رفت رہتی ہے اور اس پر برکت ظاہر ہوتی رہتی ہے"۔

(ص ۱۰۹، جمال الاولیاء)۔

☆ "غزی کہتے ہیں کہ ان (شیخ محمد الشناوی) کو حضرت احمد بدوی سے بہت زیادہ عقیدت تھی اور ان سے نسبت تامہ حاصل تھی، یہ بارہا ان سے گفتگو کیا کرتے تھے اور وہ قبر کے اندر سے جواب دیا کرتے تھے۔ شعراوی کہتے ہیں کہ میں نے خود سنا ہے کہ یہ حضرت احمد سے باتیں کرتے تھے اور وہ قبر کے اندر سے جواب دے رہے تھے۔ طبقاتِ وسطی میں بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ خود سنا ہے کہ یہ حضرت احمد بدوی سے کسی سفر کی ضرورت میں مشورہ کر رہے تھے اور شیخ احمد نے قبر کے اندر سے جواب دیا کہ سفر کر جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو"۔

(جمال الاولیاء، ص ۲۰۸۔ قصص الاولیاء، ص ۲۴۰)

☆ "حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی کئی دفعہ زیارت کی ہے ایک مرتبہ ان کے دل میں یہ خلجان پیدا ہوا کہ یہ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قبر ہے بھی یا

نہیں؟ ان کو نیند کی اونگھ آ گئی تو دیکھا کہ یہ قبر اوپر کی طرف سے پھٹ گئی اور ایک لمبے قد کا بدوی شخص نقاب پوش قبر کی اوپر کی جانب سے نکلا اور وہ کہہ رہا ہے کہ میں سعد ہوں۔ پھر مجھے نیند سے افاقہ ہویا تو میں نے جان لیا کہ یہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ میں نے کچھ قرآن شریف پڑھا اور دعا کی اور لوٹ آیا''۔

تھانوی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ نقاب پوش ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جنگ میں مونھ پر نقاب ہوتی تھی۔ یعنی وہ جس حال میں وصال فرما گئے تھے اسی حال میں نکلے۔

(جمال الاولیاء، ص ۴۴)

☆'' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) میں حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی ہے کہ آپ جنت البقیع تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم یا اہل القبور، جو خبریں ہمارے پاس ہیں وہ یہ ہیں کہ تمہاری بیویوں نے نکاح کر لئے ہیں تمہارے مکانوں میں سکونت ہو رہی ہے تمہارے اموال متفرق ہو چکے ہیں۔ ایک غیب سے آواز دینے والے نے جواب دیا، اے عمر بن الخطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ جو کچھ ہم نے کیا تھا وہ پالیا اور جو خرچ کیا تھا اس کا نفع اٹھالیا اور جو چھوڑ دیا تھا اس کا خسارہ پالیا''۔ (ص ٦٩، جمال الاولیاء۔ از تھانوی)

☆'' ابن عساکر (رحمۃ اللہ علیہ) نے یحیٰی بن ایوب خزاعی سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) ایک نوجوان کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے فلاں، وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔ (اور اس شخص کے واسطے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، دو جنتیں ہیں) نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا، اے عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنک) میرے پروردگار نے جنت میں وہ دونوں عطا فرمائی ہیں''۔ (جمال الاولیاء، ص ٦٩، ج ١)

☆'' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ۔ آپ کی کرامتوں میں سے

وہ ہے جس کو بیہقی نے سعید بن مسیّب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے تو آپ نے بآواز بلند فرمایا اے قبروں والو، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یا تو تم ہم کو اپنی خبریں بتاؤ یا ہم تم کو بتائیں۔ حضرت سعید فرماتے ہیں ہم نے یہ آواز سنی، اے امی المومنین وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ ہم کو بتایئے ہمارے بعد کیا کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا تمہاری بیویوں نے نکاح کر لئے۔ تمہارے مال تقسیم کر لئے گئے۔ تمہاری اولاد یتیموں کے زمرہ میں شمار کر لی گئی اور وہ مکانات جن کو تم نے بنایا تھا ان میں تمہارے دشمن رہنے لگے، یہ تو ہمارے پاس کی خبریں ہیں، تمہارے پاس کیا کیا خبریں ہیں؟ ایک مردے نے جواب دیا...... جو کچھ کیا تھا وہ پالیا جو چھوڑ دیا تھا اس کا خسارہ اٹھایا......'' (ص ۶۵، جمال الاولیاء۔ از تھانوی)

☆ '' آپ (ابو عبداللہ محمد بن یوسف یمنی، ضریر) کی کرامتوں سے یہ بھی ہے جو فقیہ کبیر احمد بن موسیٰ بن عجیل سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو فرما رہے ہیں اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تم پر علم کھول دے تو ضریر کی قبر کی مٹی میں سے کچھ لو اور اس کو نہار منہ نگل جاؤ۔ ان فقیہ نے ایسا ہی کیا اور اس کی برکتیں ظاہر ہوگئیں اور آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ جب مجاہد بادشاہ کے زمانہ میں عرب میں پھوٹ پڑی اور وادی رمع وغیرہ کی آبادیاں تباہ ہوگئیں، فقہاء بنی زیاد کے پاس بہت سی کتابیں تھیں، نہ ان کا منتقل کرنا ممکن تھا اور نہ یہ ہوسکتا تھا کہ خود شہر سے نکل جائیں اور یہ کتابیں چھوڑ جائیں، وہ ان کی وجہ سے بہت فکر میں تھے۔ اتفاق سے شیخ طلحہ بن عیسیٰ ہتار اپنے شروع شروع زمانہ میں وہاں پہنچ گئے اور شام کو وہیں رہے، ان حضرات کا یہ حال دیکھا تو ان کو بھی فکر ہوا۔ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ فرمایا فقہاء بنی زیاد سے کہہ دو کہ اپنی کتابیں ضریر کی قبر پر منتقل کر دیں وہاں ان کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ جب بیدار ہوئے تو سب کو اطلاع کر دی۔ ان حضرات نے جلدی جلدی سب کتابیں شیخ (ضریر) کی قبر پر منتقل کر دیں اور یہ کتابیں تقریباً ایک سال وہیں دھوپ اور بارش میں رہیں

مگر کوئی نقصان نہیں ہوا اور نہ عرب وغیرہ میں سے کوئی ان میں سے کچھ لے سکا...... حضرت فقیہ ضریر نے ۶۰۰ ہجری میں انتقال کیا ہے اور ان کا مزار موضع میں مشہور ہے لوگ اس کی زیارت اور برکت حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں''۔

(جمال الاولیاء، ص ۱۰۵، ج ا۔ قصص الاولیاء، ص ۲۱۶)

☆ ''بیہقی نے واقدی سے روایت کی ہے کہ فاطمہ خزاعیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت کی تو عرض کیا السلام علیک اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا! میں نے ان کا کلام سنا کہ انہوں نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ اور میں نے عارف باللہ سیدی شیخ محمود کردی شیخانی مقیم مدینہ منورہ کی کتاب الباقیات الصالحات میں دیکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی تو جب سلام کیا، اپنے کان سے واقعی طریقے سے سلام کا جواب سنا اور آپ نے ان کو حکم دیا کہ اپنے لڑکے کا نام ان کے نام پر رکھیں، پھر ان کے لڑکا ہوا اور اس کا نام انہوں نے حمزہ رکھا''۔

(جمال الاولیاء، ص ۳۶، ج ا)

☆ ''(ابوعبداللہ محمد بن الحسین بن عبدویہ) آپ کی وفات ۵۲۵ھ میں ہوئی ہے اور اسی جزیرہ میں اپنی مسجد کے برابر مدفون ہوئے ہیں اور آپ کی تربت، برکت وفضل میں وہاں کی مشہور تر تُربتوں میں ہے، ان بزرگ کے آثار وتبرکات اس مبارک جگہ ظاہر ہوتی رہتی ہیں اور نیک بندوں کا ملجا وماویٰ ہے''۔ (جمال الاولیاء، ص ۹۵، ج ا۔ النور، بابت ماہ شوال المکرّم۔ ۱۳۶۰ھ)

☆ ''بات یہ ہے کہ جب کوئی کامل اس دنیا سے گزر جاتا ہے تو عوام یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگ دنیا سے نابود ہو گئے، حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس موت کے بعد اس کامل کا وجود عرض وجوہر کے مرکب سے نکل کر سرتاپا جوہر ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ اپنے کمال میں اور قوی تر ہو جاتا ہے''۔ (فیوض الحرمین (اردو) ص ۱۴۴، از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی ۱۴۱۴ھ)

☆ ’’(محمد بن ابی بکر الحکمی) ان کی کرامتوں میں یہ بھی ہے جو امام یافعی کی روایت ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں رہنے کے واسطے آیا تھا مگر ان کی وفات ہو چکی تھی، آپ قبر سے نکلے اور اسے بیعت کر لیا‘‘۔ (جمال الاولیاء، ص ۱۰۶، ج ۱۔ نزہۃ البساتین اردو ترجمہ روض الریاحین، ص ۱۸۶، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)۔

☆ ’’شیخ ابو سعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظّمہ میں تھا، ایک دن باب بنی شیبہ پر سے نکلا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوب صورت جوان کی لاش رکھی ہے، میں نے اس کے چہرہ کو غور سے دیکھا تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمانے لگے، اے ابو سعید! تم نہیں جانتے کہ محبان الٰہی نہیں مرتے اگرچہ ظاہر میں مر جاویں بلکہ وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف انتقال کرتے ہیں اور ابو یعقوب سنوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید مکہ میں آیا اور کہنے لگا، اے استاد! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا، یہ دینار لیجئے اور نصف سے میرا کفن اور نصف میں دفن (کا انتظام) کیا جائے۔ جب ظہر کا وقت آیا تو وہ شخص حرم میں آیا اور طواف کیا اور وہاں سے کچھ آگے بڑھ کر مر گیا۔ میں نے اسے غسل دے کر دفنایا، جب قبر میں رکھا گیا تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا کیا مرے پر زندہ ہو رہے ہو؟ تو کہا، میں تو زندہ ہی ہوں اور محبان خدا زندہ رہتے ہیں، رحمۃ اللہ علیہ‘‘۔

(ص ۱۹۰، قصص الاولیاء از جناب اشرفعلی تھانوی، مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی)

☆ ’’بعض صالحین فرماتے ہیں کہ عبادان میں ایک شخص زاہد بدوی کے نام سے مشہور تھے، میں نے ان کو دریافت کیا، لوگوں نے کہا ان کی وفات ہوگئی اور گورکن (قبر کھودنے والا) نے مجھ سے کہا کہ جب میں نے بدوی کے واسطے قبر کھودی اور لحد کے برابر کرنے کے واسطے میں اندر گیا تو ایک اینٹ نزدیک والی قبر کی گر پڑی۔ میں نے دیکھا تو اس میں ایک شیخ نہایت سفید چمکتے ہوئے ستھرے کپڑے پہنے ستھرے حرفوں والے قرآن شریف کو گود میں رکھے ہوئے تلاوت کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے سر اٹھایا اور کہا کیا قیامت قائم

ہوگئی، خدا تجھ پر رحم کرے۔ میں نے کہا نہیں، فرمایا اینٹ کو اس کی جگہ پر لگا دے خدا تجھے عافیت دے۔ میں نے اینٹ وہیں لگا دی۔ رضی اللّٰہ تعالٰی عنه ونفعنا به'' (ص ۳۹۹۔ قصص الاولیاء، از تھانوی)

☆ ''نقل السھیل فی دلائل النبوۃ عن بعض الصحابۃ انہ حضر قبر فی موطن فانفتحت طاقۃ فاذا شخص علی السریر و بین یدیہ مصحف یقرأ فیہ وامامہ روضۃ خضراء و ذلک باحد وعلم انہ من الشھداء لانہ رأی فی صفحۃ وجھہ جرحاً...... ترجمہ: بعض صحابہ (رضی اللّٰہ عنہم) سے منقول ہے کہ کسی موقع پر انہوں نے قبر کھودی (اور اتفاق سے اس کے پاس پہلے سے قبر تھی) پس اس کی طرف ایک طاق سا کھل گیا، دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے آگے ایک قرآن رکھا ہے جس میں وہ پڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے ایک باغ سبز ہے اور یہ قصہ جبل احد میں ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص شہداء میں سے ہیں کیوں کہ ان کے چہرے پر زخم بھی دیکھا۔'' (شوق وطن، ص ۴۱، از تھانوی)

☆ ''ابوالحسن ابن زاغوانی رحمۃ اللّٰہ علیہ کہتے ہیں کہ جب شیف ابوجعفر ابن ابوموسیٰ کو حضرت احمد بن حنبل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفنایا گیا تو آپ کی قبر کھل گئی تو دیکھا کیا تو آپ کا کفن بالکل صحیح سلامت تھا، پرانا بوسیدہ نہیں ہوا تھا اور آپ کا پہلو بھی متغیر نہیں ہوا تھا اور یہ واقعہ حضرت احمد بن حنبل (رحمۃ اللّٰہ علیہ) کی وفات سے دوسوتیس سال کے بعد واقع ہوا تھا، رضی اللّٰہ عنہ''۔ (ص ۵۱۷، قصص الاولیاء)

☆ ''مؤلف رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شہر میں ایک قبر دیکھی جس کی زیارت کی جاتی تھی، میں نے بھی اس کی زیارت کی اور اہل شہر سے ان کی حالت دریافت کی۔ کہا، اس شہر میں ایک فقیر مسافر تھے وہ بیمار ہوئے اور انہوں نے وفات پائی تو شہر کے ایک شخص جو ان کو جانتے تھے ان کو کفن دیا، جب رات ہوئی تو اس کفن پہنانے والے نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ ایک ریشمی حلّہ ہاتھ میں لئے ہوئے قبر سے نکلے اور کہا یہ اس کپڑے کا عوض ہے جس سے تو نے مجھے کفن پہنایا تھا، اسے لے یہ دیکھ کر وہ شخص جاگا تو وہ

حلہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ حکایت اس شہر میں مشہور ہے تمام اہل شہر جانتے ہیں‘‘۔

(ص ۳۵۵، قصص الاولیاء، از تھانوی)

☆ ’’ابوسنان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت (بنانی) کو دفن کیا، دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ (بعد تدفین قبر میں) کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں‘‘۔

(فضائل نماز، ص ۶۷، از شیخ محمد زکریا، شوق وطن، ص ۳۹۔ از تھانوی)

☆ ’’شیخ ابوالخیر اقطع فرماتے ہیں، میں مدینہ منورہ میں آیا، پانچ دن وہاں قیام کیا، کچھ مجھ کو ذوق ولطف حاصل نہ ہوا۔ میں قبر شریف کے پاس حاضر ہوا اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو سلام کیا اور عرض کیا۔ اے رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آج میں آپ کا مہمان ہوں۔ پھر وہاں سے ہٹ کر منبر کے پیچھے سو رہا۔ خواب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا، حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کی داہنی اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کی بائیں جانب تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے آگے تھے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھ کو ہلایا اور فرمایا کہ اٹھ، حضور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے ہیں۔ میں اٹھا (یعنی خواب میں ہی مجھے کھڑا کیا تو میں کھڑا ہو گیا) اور حضرت کے دونوں آنکھوں کے درمیان چوما۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک روٹی مجھ کو عنایت فرمائی۔ میں نے آدھی کھائی اور جاگا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی...... اور اس نوع کے اور بھی متعدد قصے اکابر کے ساتھ پیش آچکے ہیں‘‘۔

(فضائل درود شریف، ص ۱۰۵، شیخ محمد زکریا)

☆ ’’ومی فرمودند در روزی از ماہ رمضان حرکتی عنیف واقع شد و بدان سبب ضعفی قوی برمن مستولی گشت نزدیک بود کہ بحسب آں ضرورت افطار کنم و بسبب فضیلت صوم اندوہی پیدا شد در آن اندوہ قدری بغنودم حضرت پیغام بررا صلی اللہ علیہ وسلم بخواب دیدم طعامی بغایت لذیذ وخوش بوئی کہ آن را بزبان ہندی زرد پلاؤ می گویند مرا مرحمت فرمودند سیر بخوردم

وبعدازان آبی سرد بغایت لطیف عنایت فرمودند سیر بآشامی دم بعدازان مراافاقت شد جوع وعطش ہمہ زائل گشتہ وشبع وری بحاصل آمدہ وبردستِ من ہنوز بوئ زعفران موجود بود بعضی از مخلصان آن رابا حتیاط شستند وتیمناً وتبرکاً ازان افطار نمودند''۔ (ص ۳۹، انفاس العارفین)

(ترجمہ: اورفرماتے تھے کہ ماہ رمضان میں ایک روز میں نے کچھ سخت محنت کی جس کی وجہ سے مجھ پر خاصی کم زوری طاری ہوگئی، قریب تھا کہ اس ضرورت سے میں افطار کر لیتا اور روزے کی فضیلت کے سبب سے (اس کے فوت ہونے کا) غم پیدا ہوا۔ اس اندوہ میں مجھے کچھ غنودگی ہوگئی، میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا، رسول پاک ﷺ نے مجھے بہت لذیذ اور خوش بودار کھانا عطا فرمایا جسے ہندی زبان میں زرد پلاؤ (زردہ) کہتے ہیں۔ میں نے خوب (سیر ہوکر) کھایا اور اس کے بعد بہت ہی ہلکا ٹھنڈا پانی مجھے عنایت فرمایا جس سے میں سیر ہوگیا اور (خواب سے جاگنے پر) اس کے بعد بھوک اور پیاس جاتی رہی اور سیر شکمی حاصل ہوگئی تھی اور میرے ہاتھ پر زعفران کی مہک موجود تھی۔ کچھ مخلصین (عقیدت مندوں) نے اسے احتیاط سے دھولیا اور برکت اور تبرک کے طور پر اس سے افطار کیا۔)

☆ ''ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کے متعلق ذرا سا شبہ بھی بڑا مانع ہے، اس کی خاصیت یہ ہے کہ تمام دروازے فیوض و برکات کے فوراً بند ہو جاتے ہیں''۔ (افاضات یومیہ، ص ۳۴۳، ج ۷، از تھانوی)

☆'' (تھانوی نے) فرمایا

بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات　　　بادرد کشان ہر کہ در افتاد بر افتاد

اہل اللہ کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کا کوئی معاملہ کرنا اپنا انجام خراب کرنے کی دعوت ہے۔ ایسے شخص پر سوء خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے''۔ (مجالس حکیم الامت، ص ۱۸۴)

☆ جناب اشرفعلی تھانوی فرماتے ہیں: ''میں بے ادبی کو معاصی سے زیادہ مضر سمجھتا ہوں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ مشائخ اور علماء کی شان میں بے ادبی کرنے سے مجھے بہت ڈر لگتا

ہے کیوں کہ اس کے عواقب اور نتائج بہت خطرناک ہیں''۔(مجالس حکیم الامت، ص ۱۰۷)

☆ ''...... چوں نزدیک تغلق آباد رسیدم آفتاب بسیار گرم شد زیر سایۂ درختے فرود آمدیم ہمہ یاران بخفتند من بمحافظت جام ہای ایشاں بے دارمی بودم درین اثناء چند سورۂ قرآن تلاوت کردم دراں جا چند قبور بودند صاحب قبری بسخن آمد گفت عمری ست کہ قرآن نشنیدہ ام و بسیار مشتاق سماع آنم اگر چیزی دیگر بخوانید احسان کلی باشد چیزی دیگر خواندم چون ساکت شدم دیگر بار استدعاء کردسیم بار نیز خواندم بعدازان در خواب مخدومی ظاہر شدو گفت من باین عزیز مکرر التماس قراءت کردم قبول نمودند تا آں کہ مستحسن شدم وشوق ہنوز باقی ست شما ایشاں را بگوئید کہ قدری بسیار بخوانند ایشاں بے دار شدند و بمن بگفتند قدری کثیر خواندم تا آں کہ نہایت بہجت و سرور دران مقبور مشاہدہ کردم و گفت جزاک اللہ عنی خیر الجزاء آں گاہ سوال کردم از وقائع عالم برزخ گفت من اطلاع حال ہیچ کس ازین قبور ندارم اما حال خود خواہم گفت......''(ص ۴۶، انفاس العارفین)

(ترجمہ: جب ہم تغلق آباد کے قریب پہنچے تو دھوپ خاصی تیز ہوگئی تھی، ہم ایک سایہ دار درخت تلے جا ٹھہرے۔تمام ساتھی سوگئے، میں ان کے کپڑوں وغیرہ کی حفاظت کے لئے جاگتا رہا۔اس دوران میں نے قرآنی چند سورتیں تلاوت کیں، وہاں چند قبریں تھیں، ایک قبر والا باتیں کرنے لگا، اس نے کہا عرصہ گزر گیا کہ میں نے قرآن نہیں سنا اور مجھے بہت اشتیاق ہے قرآن سننے کا، اگر کچھ مزید تلاوت کرو تو بہت احسان ہوگا۔میں نے کچھ اور پڑھا، جب خاموش ہوا تو اس (قبر والے) نے پھر درخواست کی تیسری مرتبہ پھر میں نے پڑھا۔اس کے بعد وہ میرے مخدوم کو (جو قریب ہی سو رہے تھے) خواب میں ظاہر ہوا اور کہا کہ میں نے اس دوست سے (یعنی مجھ سے) بار بار قرآن پڑھنے کی التماس کی جو انہوں نے قبول کی، اب مزید کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے جب کہ قرآن سننے کا شوق باقی ہے، آپ ان سے کہئے کہ کچھ زیادہ تلاوت کریں۔خواب دیکھنے والے ساتھی بیدار ہوئے اور مجھے کہا میں نے کچھ زیادہ تلاوت کیا یہاں تک کہ میں نے اس قبر والے کو بہت

خوش دیکھا اور اس نے کہا، اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس دم میں نے اس سے عالم برزخ کے حالات پوچھے۔ اس نے کہا کہ میں ان قبروں میں سے کسی کے حال کی اطلاع تو نہیں رکھتا لیکن اپنا حال کہتا ہوں......)۔

☆ ''یہی نہیں کہ برزخ والے دنیا کے لوگوں کے کسی عمل کی اپنے تک پہنچنے کی تصدیق ہی کر دیتے ہیں بلکہ دنیا و برزخ کا رشتہ ایسا قائم ہے کہ برزخ والے دنیا والوں کو واقعات کی نشان دہی کے ساتھ ان کے بارہ میں ہدایت بھی دیتے ہیں کہ تم ایسا کرو......''
(عالم برزخ، ص ۳۴)

☆ حماد بن سلمہ کی روایت سے ابن قیم نے نقل کیا ہے کہ صعب ابن جثامہ اور عوف ابن مالک رضی اللہ عنہما دونوں صحابی ہیں اور ان میں باہم بھائی چارہ تھا۔ ایک دن صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ ہم میں سے جو پہلے انتقال کر جائے تو اسے چاہیے کہ وہ مرنے کے بعد اپنے کو دکھلائے (تاکہ زندہ بھائی کو تسلی ہو جائے) عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ فرمایا، ہاں ممکن ہے، تو صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتقال ہو گیا اور عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے انہیں خواب میں دیکھا، گویا حسب وعدہ صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے کو دکھلایا۔ عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے پاس آئے تو میں نے کہا صعب بھائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا، صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم پر کیا گزری؟ فرمایا، میری مغفرت کر دی گئی مگر کچھ تشویشات اور مشقتیں اٹھانے کے بعد۔ عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی گردن میں سیاہ سی چیز بطورِ داغ دیکھی جو گلے کو گھیرے ہوئے ہے۔ میں نے کہا بھائی جان، یہ کیا ہے؟ فرمایا دس دینار گنی ہیں جو میں نے فلاں یہودی سے قرض لئے تھے اور ادائیگی رہ گئی تھی (وہی اس وقت گلے کا ہار بنے ہوئے ہیں) انہیں تم جا کر یہودی کو ادا کر دو۔ اور فرمایا کہ میرے بھائی، میرے اہل و عیال میں جو بات

بھی پیش آتی ہے اس کی خبر مجھے فوراً ہی ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ میرے گھر میں ایک بلی ابھی چند دن ہوئے مرگئی تھی تو مجھے اس کی بھی خبر مل گئی اور ہاں تمہیں بتادوں کہ چھ دن کے اندر اندر میری ایک چھوٹی بچی انتقال کرنے والی ہے تمہیں اس کے بارہ میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ میں نے دل میں کہا کہ ان امور میں تو بڑی نشان دہی ہے اور ان علامتوں سے تو صحیح واقعات کھل جائیں گے۔

خواب سے بیدار ہو کر ان باتوں کو دل میں لئے ہوئے ہیں، صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر ان کی اہلیہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے مرحبا کہہ کر میری شکایت شروع کر دی کہ کیا بھائیوں کے گزر جانے پر ان کے اہل وعیال کو یوں ہی بھلا دیا جاتا ہے جیسے تم نے بھلا دیا کہ آج صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو انتقال کئے ہوئے گے دن گزر گئے اور تم نے آ کر ہم پس ماندگان کی خبر تک نہ لی۔

میں نے کچھ اعذار بیان کر دیئے جیسے اس قسم کے مواقع پر بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ میں یہ عذر بیان کر رہا تھا کہ میری نظر اس سینگ پر پڑی جس کا نشان صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خواب میں دیا تھا۔ میں نے اس سینگ کو کھونٹی سے اتار کر الٹا تو اس میں سے ایک تھیلی برآمد ہوئی جس میں دس دینار تھے میں انہیں لے کر اس نام بردہ اور نشان دادہ یہودی کے پاس پہنچا اور کہا کہ کیا صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر تمہارا کچھ قرضہ آتا ہے؟ یہودی نے دردناک لہجہ میں کہا کہ اللہ صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحم کرے، وہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے تھے، بڑے پاک اور سچے تھے، میرا ان پر کچھ آتا بھی ہے تو میں لینا نہیں چاہتا بلکہ معاف کرتا ہوں۔ میں نے کہا نہیں ہرگز نہیں، تجھے بتانا پڑے گا کہ تیرا ان کے ذمہ کیا چاہئے تھا؟ تب اس نے کہا دس درہم میں نے انہیں قرض دیئے تھے۔ میں نے اسی وقت وہ سینگ والے دس درہم اس کی طرف پھینکے کہ سنبھال لے۔ یہودی نے کہا، خدا کی قسم یہ دس درہم بعینہٖ وہی ہیں جو میں نے انہیں دیئے تھے۔ (معلوم ہوتا ہے کہ استعمال ہی میں نہیں آئے) تو میں نے دل میں کہا کہ صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بتلائی ایک

بات تو پوری ہوئی اور حقیقت واقعہ نکلی۔

پھر میں نے صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اہلیہ سے پوچھا کہ صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی موت کے بعد کیا تمہارے گھر میں کوئی حادثہ پیش آیا؟ انہیں کچھ یاد نہ تھا۔ میں نے کہا دھیان دو اور یاد کرو کوئی بات پیش آئی ہو۔ انہوں نے کہا، ایک بات تو ہوئی کہ ابھی دو چار دن ہوئے ایک بلی مر گئی تھی۔ میں نے دل میں کہا کہ صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی دوسری بات کی بھی تصدیق ہو گئی۔ پھر میں نے کہا کہ وہ ہماری بھتیجی (صعب رضی اللہ عنہ کی چھوٹی بچی) کہاں ہے؟ کہا کھیل رہی ہے، وہ میرے پاس لائی گئی تو میں نے دیکھا کہ اسے بخار چڑھا ہوا تھا۔ میں نے کہا ذرا اس کی خبر گیری رکھنا، یہاں تک کہ ٹھیک چھٹے دن اس کا انتقال ہو گیا تو میں نے دل میں کہا کہ یہ بات بھی پوری اتری۔

''بہر حال اس سے واضح ہوا کہ برزخ والے خواب میں نہ صرف اپنے احوال و مقامات ہی بتلا دیتے ہیں کہ بلکہ دنیا والوں کے احوال کی نشان دہی کر کے ان کی تصدیق کے ساتھ ان کا اپنے تک پہنچنا بھی بیان کر دیتے ہیں اور نہ صرف بیانِ واقعات ہی کر دیتے ہیں بلکہ ان کے سلسلہ میں ہدایات بھی دے دیتے ہیں کہ ایسا کیا جائے اور یہ سب باتیں حقیقتِ واقعہ ثابت ہوتے ہیں''۔ (☆) (عالم برزخ، ص ۳۴ تا ۳۷۔ از قاری محمد طیب

(☆) ہوسکتا ہے آپ کے ذہن میں یہ سوال یا خیال آئے کہ خواب کیسے حجت ہوسکتا ہے؟ اس کے جواب میں آپ کے دارالعلوم دیو بند ہی کے سابق مہتمم جناب قاری محمد طیب نے اپنے کتابچے ''عالم برزخ'' (مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور۔ ۱۹۷۸ء) میں تفصیل سے لکھا ہے، چناں چہ وہ فرماتے ہیں: ''یہی نہیں کہ خواب کے ذریعے برزخی افراد کے احوال و مقامات ہی دنیا والوں کو معلوم ہو جاتے ہیں بلکہ دنیا والوں کے جو احوال و اقوال، برزخ والوں کو پہنچتے ہیں اس کی تصدیق بھی خوابوں کے ذریعہ ہو جاتی ہے کہ وہ احوال و اقوال تک پہنچ چکے ہیں...... ہزاروں واقعات جنہیں علماء نے شرح وبسط کے ساتھ نقل کیا ہے، اس کے شاہد عدل ہیں کہ برزخی مقامات کھلنے کا ایک بڑا ذریعہ سچے خواب ہیں، اسی لئے خواب کو چھیالیس واں حصہ نبوت کا فرمایا گیا اور خوابوں کو نص حدیث میں مبشرات کہا گیا...... رہا یہ کہ خواب ظنی ہے، سو اس سے انکار نہیں لیکن ظنی کے معنی ساقط الاعتبار ہونے کے نہیں ورنہ یوں تو قرآن کے سوا اخبار احاد بھی ظنی ہیں، قیاسِ مجتہد بھی ظنی ہے، خواب بھی ظنی سہی، حقیقت یہ ہے کہ وہ ثبوت میں قطعیات سے گھٹا ہوا ہے، نہ یہ کہ اس میں حجیت کی شان کلیۃً مفقود ہے...... اگر شخصی خوابوں کو حجتِ کلیہ نہیں کہا جائے گا جو سب کے لئے قانون بن جائے تو حجت کاشفہ یا حجت موضحہ یا حجت مویدہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صاحب، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۷۸ء)

☆ ''پس بیانش آں کہ بسبب برکت بیعت ویمن توجہات آں جناب ہدایت مآب روحِ مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردد وتا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازعی در مابین روحین مقدسین درحق حضرت ایشاں ماندہ زیرا کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضای جذب حضرت ایشاں بتمامہ بسوی خودمی

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ) ضرور کہا جا سکے گا، اسی لئے سلف سے لے کر خلف تک اہل علم خوابوں سے اس قسم کی تائیدات اور تفاولات کا اثبات کرتے آئے ہیں، آخر سچے خواب کو چھیالیس واں حصہ نبوت کا فرمایا گیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ اس کا تعلق فرضیات سے نہیں واقعات سے ہے...... سچے خواب، نبوت کا ایک جزو ہونے کی وجہ سے تبشیر کا کام ضرور دے سکتے ہیں اور اگر ان سے احکام یا علل احکام ثابت نہیں ہو سکتے تو ان احکام و علل کی تائید اور وضاحت تو حاصل کی جا سکتی ہے، اس لئے اگر وہ حجت موضحہ ضرور ہیں اور یہ بھی حجیت کا ایک مقام ہے۔ پھر ان کی تاثیر بھی بین اور نمایاں ہے۔ سچے خواب سے اگر وہ از قسم بشارت ہے تو طبعاً قلوب کو تسلی اور دل جمعی حاصل ہوتی ہے۔ غم زدوں کے قلوب ٹھہر جاتے ہیں، بچھڑے ہوؤں کے دل مطمئن ہو کر تسلی و تشفی پاتے ہیں۔ اور اگر از قسم انذار ہے تو دل لرز کے محتاط ہو جاتے ہیں، ہزاروں برائیوں سے باز آ جاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ برزخ اور اس کے احوال نصوصِ شرعیہ کی رو سے واقعات ہیں، تخیلات ہیں اور ہر واقعہ اپنے اندر کچھ نہ کچھ خواص و آثار رکھتا ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ صاحبِ واقعہ پر ان واقعات کا اثر نہ پڑے؟ ورنہ وہ واقعہ، واقعہ نہیں تخیل محض اور وہم و خیال ہو کر رہ جائے۔ پس اگر ایک واقعہ بیداری میں اپنے اثرات ڈالے بغیر نہیں رہتا تو وہی واقعہ اگر خواب میں نظر آئے تو آخر خواب دیکھنے والے کے لئے وہ بے اثر ہو کر کیسے رہ جائے گا؟ اور برزخ میں پیش آنے اور اس کے دیکھنے سے وہی اثر کیوں قبول نہ کیا جائے گا؟...... اس لئے بیداری کی آنکھ سے کسی واقعہ کو دیکھا جائے یا خواب کی آنکھ سے دیکھا جائے، دیکھنے والا نفس اور اس کی قوتِ خیال (جو سمع و بصر اور ذوق و شم وغیرہ کی نوعیّتوں میں بٹی ہوئی ہے) ایک ہی رہے گی اور اور اثر بھی وہی ظاہر ہو گا، اس لئے سچا خواب یقیناً اپنا اثر دکھلائے بغیر نہیں رہ سکتا، اگر وہ ظنی ہے تو ہمارے ادراک کے لحاظ سے ظنی ہے، نہ کہ واقعات کے لحاظ سے، کیوں کہ وقائع برزخ تو نصوصِ شریعت سے ثابت ہونے کی وجہ سے واقعات ہیں جن میں شک کی اصلاً گنجائش نہیں، اس لئے بذاتہ واقعات قطعی ہیں البتہ ہمارے ادراک کے لحاظ سے ظنی ہیں۔ بالفاظ دیگر ظنیت ہمارے ادراک میں ہے، واقعات میں نہیں، اس لئے قدرتاً سچے خواب میں قبولیت کے علاوہ ایک گونہ حجیت کی شان بھی کچھ نہ کچھ آئے گی، جس کی تفصیل عرض کی جا چکی ہے۔ جب ایک سچے کا خواب ایک سچا واقعہ ہے تو وہ بوجہ واقعیت اپنے متعلقہ معاملہ کے لئے حجت ہو گا، گو دیانۃً ہی حجت ہو، قضاءً نہ ہو...... واضح ہو گیا کہ مومن کا سچا خواب کسی نہ کسی درجہ میں حجیت کی شان ضرور لئے ہوئے ہے، ساقط الاعتبار نہیں......'' (عالم برزخ، ص ۳۸ تا ۴۵)

''سچا خواب ایک حال محمود ہے، حدیث سے اس کا وقوع ثابت ہوتا ہے''۔ (التکشف، تھانوی، ص ۲۰۶)

فرمودتا ایں کہ بعد انقراض زمانہ تنازعہ دو وقوع مصالحت بر شرکت روزی ہر دو روح مقدس، بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند و تا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آور می فرمودند تا ایں کہ در ہماں یک پاس حصولِ نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گردید و اما نسبت چشتیہ پس بیانش آں کہ روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہٗ العزیز تشریف فرما شدند و بر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثنا بروح پرفتوح ایشاں ملاقات متحقق شد و آں جناب بر حضرت ایشاں توجہی بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصولِ نسبت چشتیہ متحقق شد......'' (صراطِ مستقیم (فارسی) ص ۱۶۶، از جناب محمد اسماعیل دہلوی، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۰۸ھ)

(ترجمہ) ''بیان تو اس طرح ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی بیعت کی برکت اور آں جناب ہدایت مآب کی توجہات کے یمن سے جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب خواجہ بہاء الدین نقش بند کی روحِ مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روحِ مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا، کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام اماموں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتامہ اپنی طرف جذب کرے تا آں کہ تنازعہ کا زمانہ گزرنے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور تقریباً ایک پہر کے عرصے تک وہ دونوں امام آپ کے نفسِ نفیس پر توجہ قوی اور پرزور اثر ڈالتے رہے پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی ولیکن نسبت چشتیہ پس اس کا بیان اس طرح ہے کہ ایک دن آپ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کی مرقد منور کی طرف تشریف لے گئے اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے، اس اثنا میں ان کی روح پرفتوح سے آپ کو ملاقات حاصل ہوئی اور آں جناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی، اس توجہ کے سبب سے ابتداء حصول نسبت چشتیہ کا

ثابت ہو گیا''۔(صراط مستقیم، مترجم اور مصنفہ محمد اسمعیل دہلوی،ص ۲۸۲، ۲۸۳۔مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ پبلشرز، لاہور،۱۹۵۶ء)

☆''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب''انفاس العارفین'' مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی ۱۹۱۷ء، مشتمل بر حالات و واقعات حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (والد گرامی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) میں لکھتے ہیں......دیدم کہ سلسلہ است معلق بعرش وخواجہ نقش بند آں را گرفتہ اند ومستغرق گشتہ دانستم کہ باعث استغراق ایشاں آنست کہ خلفائے ایشاں چہ اموات وچہ احیاء مؤنۃ توجہ بخلق را کفایت کردہ اند''۔(ص ۴۴)

ترجمہ:۔(میں نے دیکھا کہ ایک زنجیر عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور خواجہ نقشبند اسے پکڑے ہوئے ہیں اور مستغرق ہیں، مجھے معلوم ہوا کہ آپ کے استغراق کی یہ وجہ ہے کہ آپ کے خلفاء زندہ ہوں یا مردہ، مخلوقات کی طرف توجہ کی مشقت وریاضت کے لئے کافی ہیں۔)

فرماتے ہیں:

☆''بزیارت مرقد منور خواجہ قطب الدین قدس سرہ رفتہ بودم نزدیک مزار ایشاں چبوترہ است آں جا بدید قصور وملاحظہ آں کہ ایں وجود ملوث را بداں مقام پاک نباید برد بایستادم درآں محل روحِ ایشاں ظاہر شد، فرمودند پیش تر بیا، دوسہ قدم پیش تر رفتم درآں وقت دیدم کہ چہار فرشتہ تختی از آسمان نزدیک قبر ایشاں فرود آوردند معلوم شد کہ براں تخت خواجۂ نقشبند بودند ہر دو شیخ باہم راز ہا درمیان آوردند کہ مسموع نگشت بعد ازاں تخت را فرشتگاں برداشتہ بردند، خواجہ قطب الدین بمن متوجہ شدند کہ پیش تر بیا، دوسہ قدم دیگر پیش رفتم وچنیں می گفتند وقدری می رفتم تا آں کہ نہایت قرب متحقق شد آں گاہ فرمودند چہ می گوید در حقِ شعر؟ گفتم کَلَامٌ حَسَنه حَسَنٌ وَ قَبِیحهٗ قَبِیحٌ۔فرمودند بارک اللہ۔ چی می گوید در حق صوت حسن؟ گفتم، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ گفتند بارک اللہ۔ چوں ہر دو جمع شوند درآں چہ می گوید؟ گفتم يَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فرمودند بارک اللہ، آں چہ

ما می کردیم پیش ازیں نبودہ است شما ہم گاہ گاہی یک دوبیتی می شنید باشید۔ گفتم درحضور خواجہ نقشبند حضرت ایں را چرانفرمودہ اند یکی ازیں دو لفظ فرمودند ادب نبود یا مصلحت نبود، می فرمودند ایں واقعہ را مدتی برآمدہ تعیین لفظ از خاطر رفتہ ......می فرمودند...... دیگر بار بزیارت مرقد منور ایشاں رفتم ، روح ایشاں ظاہر شد، فرمودند ترا پسری پیدا خواہد شد، اورا قطب الدین احمد نام کن۔ چوں زوجہ بسن ایاس رسیدہ بود، گمان کردم کہ مراد پسر پسر ست ، بریں خطرہ مشرف شدند، فرمودند ایں مراد من نیست، این پسر از صلب تو خواہد بود۔ بعد از زمانی داعیہ تزوج دیگر پیدا شد و کاتب الحروف فقیر ولی اللہ متولد گشتہ در اول این واقعہ فراموش کردند بولی اللہ مسمی کردند و بعد از مدتی بیاد آمد نام دیگر قطب الدین احمد مقرر کردند...... می فرمودند...... در اکبر اثناء مراجعت از درس مرزا محمد زاہد کوچہ دراز پیش آمد، ابیاتِ شیخ سعدی دراں حالت می خواندم و ذوقی می کردم ؎

جز یادِ دوست ہرچہ کنی عمر ضائع ست
جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت ست
سعدی بشو لوحِ دل از نقش غیر حق
علمے کہ رہ بحق نماید جہالت ست

مصرع چہارم از خاطرم برفت در من قلقی واضطرابی ازیں سبب پیدا شد، ناگاہ مردی، دو موی، فقیر وضعی، ملیح روئی از جانب یمین من برآمد و گفت ''علمی کہ رہ بحق نماید جہالت ست'' گفتم ، جزاک اللہ خیر الجزاء، چہ قدر قلق واضطراب از دل من زائل نمودی، آں گاہ دو دستہ تنبول را برآوردہ پیش آں عزیز بردم تبسم کرد و گفت، ایں اجر یاد دہانیدن ست، گفتم نہ، ولیکن شکرانہ است، گفت من نمی خورم، گفتم از جہتہ شرع احتراز می نمائید یا از جہتہ طریقت؟ وایا ما کان بیان فرمائید تا من ہم احتراز نمایم، گفت ازیں ہا چیزی نیست ولیکن نمی خورم۔ آں گاہ گفت مرا زودی باید رفت، گفتم من ہم بشتاب می روم، گفت شتاب تر می خواہم، پس قدم برداشت و آخر کوچہ نہاد، دانستم کہ روحِ مجسم ست، ندا کردم کہ بر نام خود ہم اطلاع دہید تا

فاتحہ می خوانده باشم، گفت سعدی ہمیں فقیرست......ایں فقیراز یاراں کہ حاضر ایں واقعہ بودند شنیده اسد کہ حضرت ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم شیخ الہ دیا رفتہ بودند وشب ہنگام بود دراں محل فرمودند مخدوم ضیافت مامی کنند ومی گویند چیزی خوردہ روید، توقف کردند تا آں کہ اثر مردم منقطع شد وملال بر یاران غالب آمد ناگاہ، آں گاہ زنی بیامد طبق برنج وشیرینی برسر وگفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوجِ من بیاید ہماں ساعتے ایں طعام پختہ بہ نشینند گان درگاہ مخدوم الہ دیا رسانم، دریں وقت آمد نذر را ایفا کردم کہ کسی آں جا باشد تناول کند''۔ (انفاس العارفین، ص ۴۴۔۴۵، از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔ افاضاتِ یومیہ، حصہ ہفتم، ص ۳۰۹۔۳۱۰، از اشرفعلی تھانوی۔ ارواحِ ثلاثہ، ص ۱۶، از تھانوی۔ مجالس حکیم الامت، ص ۲۶۹)

(ترجمہ) حضرت شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں، میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کے مزارِ انور کی زیارت کے لئے گیا۔ اس خیال سے کہ مجھے اپنی خطا کار آنکھوں اور آلودہ بدن کو اس پاک جگہ میں نہیں لے جانا چاہئے، ان کے مزار کے قریب (کچھ فاصلے پر) ایک چبوترہ پر کھڑا ہوگیا۔ اس جگہ ان کی روح ظاہر ہوئی اور مجھے فرمایا کہ آگے آجاؤ، میں (حکم کی تعمیل میں) دو تین قدم آگے بڑھ گیا، اس وقت میں نے دیکھا کہ چار فرشتے ایک تخت آسمان سے ان (خواجہ قطب الدین صاحب) کی قبر کے پاس اتار کر لائے، معلوم ہوا کہ اس تخت پر حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند تھے، دونوں بزرگوں نے آپس میں راز و نیاز کی باتیں کیں جو (مجھے) سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ بعدازاں فرشتے وہ تخت اٹھا کر لے گئے، خواجہ قطب الدین نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا آگے آجاؤ، میں دو تین قدم اور بڑھا، اسی طرح وہ آگے بڑھنے کو فرماتے رہے اور میں قدرے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ ان کے بہت قریب ہوگیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ شعر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا کہ شعر ایک کلام ہے اس میں جو اچھا ہے وہ خوب ہے اور جو اس میں برا ہے، وہ خراب ہے۔ حضرت نے فرمایا، بارک اللہ (اللہ تمہیں برکت دے)۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اچھی آواز کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا

ہے، دیتا ہے۔ حضرت نے فرمایا، بارک اللہ۔ پھر فرمایا اگر یہ دونوں (اچھا کلام اور اچھی آواز) جمع ہو جائیں، تب تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ تو نور پر نور ہے، اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے۔ فرمایا، بارک اللہ۔ جو کچھ ہم سماع کرتے تھے وہ اس سے زیادہ نہیں تھا (یعنی اچھی آواز میں اچھا کلام سن لیا کرتے تھے)، تم بھی کبھی کبھی ایک دو شعر سن لیا کرو۔ میں نے عرض کی کہ خواجۂ نقشبند کے ہوتے ہوئے آپ نے یہ بات کیوں نہ فرما دی؟ حضرت نے ان دو لفظوں میں سے ایک فرمایا کہ (خواجہ نقشبند کے سامنے کہنے میں) ادب نہیں تھا یہ مصلحت نہیں تھی۔ (☆)

(شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے، چوں کہ اس واقعہ کو مدت ہوگئی ہے اس لئے (ادب یا مصلحت میں سے) کون سا لفظ (خواجہ صاحب نے فرمایا) تھا، ذہن سے نکل گیا ہے...... فرماتے تھے...... پھر ایک مرتبہ (حضرت خواجہ قطب صاحب کے) مزار شریف کی زیارت کو گیا، ان کی روح ظاہر ہوئی اور (مجھ سے) فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا، اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا، چوں کہ میری بیوی سن ایاس (ناامیدی کی عمر) کو پہنچ چکی تھی، میں نے گمانِ کیا کہ (خواجہ صاحب کے ارشاد سے) مراد، پوتا ہوگا۔ خواجہ صاحب میرے اس خیال سے آگاہ ہو گئے، فرمایا (جو تم گمان کر رہے ہو) میری مراد یہ نہیں، یہ بیٹا تیری صلب (پشت) سے ہوگا یعنی تمہارا ہی بیٹا ہوگا۔ ایک مدت بعد دوسری شادی کا خیال پیدا ہوا اور کاتب الحروف (اس تحریر کا لکھنے والا) فقیر شاہ ولی اللہ پیدا ہوا۔ شروع میں (میری پیدائش کے وقت) یہ واقعہ میرے والد حضرت شاہ عبدالرحیم کو یاد نہ رہا تھا، اس لئے انہوں نے میرا نام ولی اللہ رکھ دیا، پھر مدت کے بعد انہیں یاد آیا تو میرا دوسرا نام انہوں نے قطب الدین احمد رکھا...... فرماتے تھے کہ اکبر آباد (آگرہ) میں مرزا محمد زاہد کے درس سے واپس آتے ہوئے ایک لمبی گلی آگئی، میں اس وقت شیخ سعدی کے اشعار پڑھ رہا تھا اور ذوق و

(☆) ''اس سے معلوم ہوا کہ برزخ میں بھی ادب پر عمل ہوتا ہے چناں چہ قطب صاحب نے خواجہ صاحب کا وہاں ادب فرمایا اور ان کے مسلک کی رعایت فرمائی، غرض برزخ میں بعض ایسے حالات بھی پیش آتے ہیں، من جملہ ان حالات کے بعض کو تربیت کے لئے توجہ کا بھی اذن ہوتا ہے۔'' (افاضاتِ یومیہ، ص ۳۱۱، ج ۷، از تھانوی)

لطف پا رہا تھا۔ (اشعار کا ترجمہ) اللہ کی یاد کے سوا جو کچھ کیا ہے، عمر ضائع کی ہے۔ عشق کے راز کو سمجھنے کے سوا جو پڑھا ہے، وہ بے کار ہے۔ سعدی اپنے دل کی تختی کو حق کے نقش کے سوا ہر شے سے صاف کر دے۔ وہ علم جو راہِ حق کی رہ نمائی نہ کرے وہ جہالت ہے...... چوتھا مصرع ''علمے کہ رہ بحق نمماید جہالت ست'' میرے ذہن سے نکل گیا، جس کی وجہ سے میرے دل میں بے چینی اور بے آرامی پیدا ہوگئی۔ اچانک میری دائیں جانب سے دو زلفوں والا، فقیری وضع والا، ملیح چہرہ مرد آیا اور (میرے ذہن سے نکل جانے والا چوتھا مصرع) اس نے کہا'' علمے کہ رہ بحق نمماید جہالت ست......'' میں نے کہا اللہ تمہیں جزادے بہت اچھی جزا کہ تم نے میرے دل سے بڑے خلجان واضطراب کو دور کر دیا۔ پھر میں نے اس مہربان کی خدمت میں پان کی دو گلوریاں پیش کیں تو وہ مسکرا دیا اور کہا کہ کیا یہ (بھولا ہوا مصرع) یاد دلانے کا اجر ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، مگر یہ شکرانہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہیں کھاتا۔ میں نے کہا کہ پان نہ کھانے سے احتراز، شریعت بتاتی ہے یا طریقت؟ ہو سکے تو مجھے بھی بتائیں تاکہ میں بھی احتراز کروں۔ اس نے کہا یہ بات نہیں ہے (نہ شریعت منع کرتی ہے نہ طریقت) لیکن میں نہیں کھاتا۔ پھر فرمایا مجھے جلدی جانا چاہیئے۔ میں نے کہا کہ میں بھی جلد چلوں گا۔ اس نے کہا کہ میں بہت جلد جانا چاہتا ہوں، پس اس نے قدم اٹھایا اور گلی کے آخر پر جا رکھا، میں نے جان لیا کہ روحِ مجسم ہے۔ (پان نہ کھانے کی وجہ بھی یہی تھی)۔ میں پکار اٹھا کہ اپنے نام سے تو آگاہ کر دیجئے تاکہ (ایصالِ ثواب) کے لئے فاتحہ پڑھا کروں گا۔ اس نے کہا (جس کا تم کلام پڑھ رہے تھے وہ) سعدی یہی فقیر ہے (یعنی میں ہی شیخ سعدی ہوں)...... (شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ) اس فقیر (شاہ ولی اللہ) نے ان دوست احباب سے سنا ہے جو اس واقعہ کے وقت حاضر تھے کہ (میرے والد) حضرت (شاہ عبدالرحیم) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم شیخ الہ دیا کی زیارت کے لئے ان کے مزار پر گئے تھے اور رات کا وقت تھا، اس جگہ آپ نے فرمایا کہ (صاحب مزار) مخدوم صاحب ہماری ضیافت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ کھا کر جائیں، چناں چہ وہاں کچھ دیر ٹھہرے یہاں تک کہ

لوگوں کا نام ونشان نہ رہا، (یعنی آنے والے سب چلے گئے) اور والد صاحب کے ساتھیوں پر ملال طاری ہو گیا (کیوں کہ دیر ہو رہی تھی اور سناٹا چھا گیا تھا) اچانک اس وقت ایک خاتون آئی جس کے سر پر ایک تھال تھا جس میں میٹھے چاول و کھانا تھا۔ اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا شوہر (سفر سے واپس گھر) آئے گا، میں کھانا پکا کر حضرت مخدوم الہ دیا کی درگاہ میں بیٹھنے والوں کو پہنچاؤں گی۔ اس وقت میرا شوہر آیا ہے، سو میں نے نذر پوری کی ہے، میری خواہش تھی کہ اس وقت درگاہ میں کوئی موجود ہو تا کہ وہ یہ کھانا کھائے......(حضرت اوران کے احباب نے وہ کھانا کھایا)

☆ ''چون واں غریبہ دراحکام اقسام استعانت بالمخلوق

سوال: طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ استعانت واستمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ الخ، استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں، غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں؟ خالی الذہن ہونے کی تاویل وتوجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی، ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب: (۱) جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مُستَمِد مِنہ ہو، شرک ہے۔ (۲) اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل سے صحیح ثابت نہ ہو، معصیت ہے (۳) اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو، جائز ہے، خواہ وہ مُستَمِد مِنہ حی ہو یا میت (۴) اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو، تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعاتِ التاریخیہ (۵) ورنہ لغو ہے یہ کل پانچ قسمیں ہیں''۔ (بوادر النوادر، ص ۸۲۔ ۸۳، از اشرفعلی تھانوی، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور۔ فتاویٰ امدادیہ، ص ۹۹۔ ۱۰۰، ج ۴، از اشرفعلی تھانوی مطبوعہ مجتبائی، دہلی)

☆ ''ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت

ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ سے ہی استعانت ہے''۔(حاشیہ قرآن،ص ۲،از شبیر احمد صاحب عثمانی، مطبوعہ بجنور)

☆''اگر بوسہ دینا عبادت وعظمت کی دلیل ہے تو لازم آئے گا کہ ہر شخص اپنی بیوی کی عبادت کرتا ہے اور اس کا لغو ہونا بدیہی امر ہے، معلوم ہوا کہ تقبیل (چومنا) عبادت و تعظیم کو مستلزم نہیں بلکہ کبھی محبت سے بھی تقبیل ہوا کرتی ہے''۔(اشرف الجواب،ص ۳۰، از اشرفعلی تھانوی، مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

☆''(تھانوی نے) فرمایا کہ تقبیل حجر اسود عظمت کی وجہ سے نہیں بلکہ محبت سے ہے جیسے بیوی بچوں کا بوسہ لیا کرتے ہیں نیز اس میں ایک نفع یہ ہے کہ وہ شاہد رہے گا قیامت میں اپنے بوسہ دینے والے کے لئے''۔

(کمالات اشرفیہ،ص ۱۰۸۔ مذاق العارفین،ص ۲۹۶/ ۱)

☆''ایک بار احقر (تھانوی) بعض مقاماتِ متبرکہ کی زیارت کے واسطے چلا گیا اس لئے حاضری خدمت میں قدرے دیر ہوگئی، حضرت صاحب پوچھنے لگے، میں نے وجہ عرض کردی، ارشاد فرمایا، بہت اچھا کیا ان مقامات پر ہو آئے، جائے بزرگاں بجائے بزرگان، ان جگہوں میں بھی برکت ہوتی ہے۔ف: کیسے کام کی بات بتلائی، اسی لئے بہت بزرگوں نے اپنے بزرگوں کی جگہ بیٹھ کر مجاہدہ وریاضت کی ہے اور بڑے بڑے نفع پائے ہیں''۔

(کمالاتِ امدادیہ،ص ۷ ۲، از تھانوی)

☆''اثنائے درس احیاء العلوم میں زبان فیض ترجمان سے فوائد عجیبہ بیان فرمارہے تھے، اشرفعلی تھانوی صاحب نے عذر کیا کہ آج بعض مقاماتِ متبرکہ کی زیارت کو گیا تھا اس وجہ سے حاضری میں دیر ہوگئی (حاجی امداد اللہ صاحب نے) ارشاد فرمایا'' جائے بزرگاں بجائے بزرگاں'' زیارت آثارِ بزرگاں میں برکت ہوتی ہے''۔(امداد المشتاق،ص ۴۵،از اشرفعلی تھانوی، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر، ۱۹۲۹ء)

☆ التکشف،ص ۶۱۱ میں جناب اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں:''حضرت سلمان فارسی

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے بغض مت کرنا کہ دین سے جدا ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) بھلا آپ سے کیوں کر بغض کر سکتا ہوں، حالاں کہ آپ کی بدولت تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہدایت کی۔ آپ نے فرمایا، اس طرح سے کہ تم عرب سے بغض کرنے لگو تو مجھی سے بغض کیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے (تیسیر ص ۳٦۵)۔ ف: متفرقات، اکرام اہل وطن شیخ۔ اہل طریق کی عام عادت ہے کہ طبعاً اپنے پیر کے اہل وطن کا احترام وادب کرتے ہیں، اس حدیث میں اس کی اصل موجود ہے۔ ولنعم ما قیل: ؎

ومن دید فی حب الدیار لاهلها ۔۔۔ وللناس فیما یعشقون مذاهب

☆ تھانوی صاحب، التکشف کے ص ٦۷۸ پر لکھتے ہیں: ''ف: قول، **من اراد ان یجلس مع اللّٰه فلیجلس مع اهل التصوف**...... یہ ایک قول صوفیہ میں مشہور ہے اس حدیث (نمبر ۳۰۲) سے اس کی صحت اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے **لئن اغضبتهم** الخ یہ معلوم ہوا کہ مقبولان الٰہی کے ساتھ جو معاملہ کیا جاوے وہ گویا حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے پس اس بنا پر یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ مقبولان الٰہی کے ساتھ مجالست ایسی ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجالست اور لفظ مجالست کا اذن دوسری حدیث میں ہے: **انا جلیس من ذکرنی**۔ فقط''

التکشف کے ص ٦۷۲ پر تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''صالح بن درہم سے روایت ہے کہ ہم حج کرنے چلے تو ایک شخص ملے، کہنے لگے، تمہارے قرب میں کوئی گاؤں ہے جس کو ابلہ کہتے ہیں۔ ہم نے کہا، ہاں ہے۔ کہنے لگے، کوئی شخص تم میں اس بات کی ذمہ داری کر سکتا ہے کہ میری طرف سے مسجد عشار میں (کہ اس گاؤں میں ہے) دو رکعت یا چار رکعت پڑھے اور کہہ دے کہ یہ ابو ہریرہ کی طرف سے ہے، میں نے اپنے محبوب قلبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے قیامت کے دن کچھ شہداء کو اٹھاوے گا کہ شہداء بدر کے ساتھ بجز ان کے کوئی نہ اٹھے گا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ مشکوٰۃ، ص ۴٦۰۔

ف : مسئلہ وصول ثواب الی الغیر : یہ ظاہر ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پڑھنے کے اور اس کہنے کے کہ یہ ابو ہریرہ کی طرف سے ہیں بجز اس کے کچھ معنی نہیں کہ اس کا ثواب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ملے۔ اس سے ایصال ثواب کے متعلق دو امر ثابت ہوئے ایک یہ کہ جس طرح عبادت مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے اسی طرح عبادت بدنیہ کا بھی پہنچتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح میت کو ثواب پہونچتا ہے اسی طرح زندہ کو بھی پہونچتا ہے کیوں کہ یہ شخص ابو ہریرہ تھے اور اس وقت زندہ تھے۔

ف : عادۃ اہتمام عبادت درامکنہ فاضلہ: ''بعض اہل محبت کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے مشائخ وغیرہم کے رہنے کے یا عبادت کی جگہوں کو متبرک سمجھ کر قصداً وہاں ذکر و طاعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان مقامات کا متبرک ہونا تو ظاہر ہے اور مقام متبرک میں عبادت کا اہتمام اس حدیث سے ثابت ہے''۔

☆ ''فرمایا کہ آیت اِنَّکَ لَا تُسمِعُ المَوتٰی۔ میں نفی سماع حواسِ خمسہ ظاہرہ سے مراد ہے نہ مطلقاً اسماع اور استماع موتیٰ حواس باطنیہ سے پیغمبروں و اولیائے کرام کو ممکن ہے جیسا کہ حدیث قلیب میں مصرح ہے''۔ (ص ۹۶، امداد المشتاق۔ ص ۲۲۹، افاضاتِ یومیہ حصہ ششم از تھانوی۔)(☆)

☆ ''سماعِ انبیاء کرام علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے اور اسی لئے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایامِ حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے''۔ (ص ۱۵، جمالِ قاسمی)

☆ ''انبیاء علیہم السلام کی ارواحِ طیبہ کو بعد مرگ بھی وہی تعلق اپنے اجسام سے رہتا ہے جو قبل مرگ تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کے اجساد مثل اجسام احیاء پھولتے پھٹتے نہیں، چناں چہ احادیث میں موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے ازواج مثل ازواجِ احیاء

(☆) ''......استماع اموات ممکن ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا نے توانک لاتسمع الموتی فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود اس کے سلام اہل قبور مسنون کر دیا اگر استماع ممکن نہیں تو پھر یہ بے ہودہ حرکت یعنی سلام اہل قبور ملحدوں کی زبان درازی کے لئے کافی ہے''۔ (جمال قاسمی، ص ۹)

اوروں سے نکاح کرنے کا اختیار نہیں رکھتے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے اموال کو مثل اموالِ احیاء ان کے وارث تقسیم نہیں کر سکتے......'' (جمالِ قاسمی، ص ۱۱)

☆ '' وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلہ میں علماء دیو بند کا خیال بھی وہی ہے، جو عام اہل سنت و جماعت کا ہے، آخر جب کہ ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کراتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تخفیفِ صلوات (نمازوں کی تعداد کم کروانے) کے مسئلہ میں امداد ملی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں، بشارتیں ملیں، تو اسی قسم کی ارواحِ طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن کی کس آیت یا کس حدیث سے تردید ہوتی ہے؟ اور سچ تو یہ ہے کہ آدمی کو عام طور پر جو امداد بھی مل رہی ہے حق تعالیٰ اپنی مخلوقات ہی سے تو یہ امدادیں پہنچا رہے ہیں''۔ (سوانحِ قاسمی، ص ۲۳۲، ج ۱)

☆ '' (محمد قاسم نانوتوی) سماعِ اولیاء اللہ کے قائل تھے...... (قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں کہ) ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی مسلک ہے کہ سماعِ موتیٰ ثابت ہے''۔

(سوانحِ قاسمی، ص ۲۹۔ ۳۳)

☆ '' جس طرح توسل کسی دعا کا جائز ہے، اسی طرح توسل دعا میں کسی ذات کا بھی جائز ہے......توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا، اور علاوہ ثبوت بالروایہ کے درایۃً بھی ثابت ہے''۔ (ص ۲۴۸۔ ۲۴۹، نشر الطیب، از اشرف علی تھانوی، مطبوعہ دار الاشاعت، دیو بند، ضلع سہارن پور)

☆ '' امیہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح کی دعا کیا کرتے تھے بتوسل فقراء مہاجرین کے، روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔ مشکوٰۃ، ص ۴۳۹۔

ف: عادۃ توسل، اہل طریق میں مقبولان الٰہی کے توسل سے دعا کرنا بکثرت شائع ہے۔ حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے اور شجرہ پڑھنا جو اہل سلسلہ کے یہاں معمول ہے

اس کی بھی یہی حقیقت اور غرض ہے''۔(التکشف ،ص ۶۶۸ ،از تھانوی)(☆)

☆''حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا معمول تھا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے توسل سے دعائے باران کرتے اور کہتے کہ اے اللہ ہم اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے آپ کے حضور میں توسل کیا کرتے تھے آپ ہم کو بارش عنایت کرتے تھے اور اب اپنے نبی کے چچا کے ذریعے سے آپ کے حضور میں توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش عنایت کیجئے سو بارش ہو جاتی تھی روایت کیا اس کو بخاری نے مشکوٰۃ ص ۱۲۴۔

ف :مثل حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے اور نبی ﷺ کے ساتھ تو جواز توسل ظاہر تھا۔حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس قول سے یہ بتلانا تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احیاء و اموات کا حکم متفاوت ہے بلا دلیل ہے اول تو آپ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں دوسرے جو علت جواز کی ہے جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں مشترک نہ ہوگا''۔(التکشف ص ۶۶۸۔تھانوی)

☆''اسی طرح اس امت کے نیک بندوں کی کرامتیں بھی اس امت کے نبی ﷺ کے معجزوں کے تتمے ہیں اور اولیائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ کا وجود حضور اقدس ﷺ کے ہمیشہ رہنے والے معجزات ہیں کہ انہی کی برکت سے لوگوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں ،انہیں کی بدولت شہروں سے بلائیں دفع کی جاتی ہیں ،انہی کی دعاؤں سے حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور انہی کے وجود کی برکات سے عذاب دفع کئے جاتے ہیں''۔

(جمال الاولیاء،ص ۲۸ ،از اشرف علی تھانوی)

☆امام ابو محمد عبداللہ بن اسعد یافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''روض الریاحین''

(☆)توسل بارواح انبیا و اولیاء و ایمۂ اہل بیت عظام کہ درین تاثیر قوی دارند و استفادہ قوت دایمہ مستمرہ لازمہ کہ سبب آن تصرف در عالم از قبیل سلب امراض و تسکین اوجاع و تسخیر جمادات و حیوانات و درین امر استمد اداز ارواح طیبہ و فاتحہ خواندن و بخشیدن ثواب بارواح ایشان خصوصا آخر شب مجرب است......'' (ملفوظات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ،صفحہ ۴۶ ،مطبوعہ میرٹھ)

کا اردو ترجمہ جناب اشرفعلی تھانوی اور جناب ظفر احمد تھانوی نے کیا ہے جسے ''قصص الاولیاء'' کے نام سے دارالاشاعت اردو بازار، کراچی نے شائع کیا ہے۔ اس کے ص ۴۴ پر ہے: ''اور (شیخ امام عارف باللہ محقق شیخ الطریق شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا، اولیاء اللہ سے طرح طرح کی کرامات کا صدور ہوتا ہے، غیب سے آوازیں سنتے ہیں، زمین کی طنابیں ان کے لئے کھنچ جاتی ہیں، شے کی ہیئت بدل جاتی ہے مثلاً مٹی کا سونا ہو جانا وغیرہ، جو باتیں دل میں پوشیدہ ہوتی ہیں وہ ان پر کھل جاتی ہیں، بعض واقعات ہونے سے پہلے انہیں معلوم ہو جاتے ہیں اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا ثمرہ ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع زیادہ کرتا ہے اسے قرب و عبودیت زیادہ ملتی ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ**۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تمہیں خود چاہنے لگے گا، اور فرمایا، اولیاء اللہ کی کرامات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ ہے کیوں کہ یہ کرامتیں انہیں رسول کے اتباع سے حاصل ہوتی ہیں اس لئے کرامت ولی کی اس کے رسول کے اطاعت پر دلالت کرتی ہے، ہر پیغمبر کے بعد ان کے متبعین ایسے ہوئے کہ ان سے کرامات اور خوارق و عادات صادر ہوتے ہیں۔ استاذ ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہر ولی کی کرامت، پیغمبر کے معجزات میں سے شمار کی جاتی ہے اور فرمایا کرامت کی بہت سی قسمیں ہیں...... '' ص ۴۶ پر ہے: ''بعض علماء سے کسی نے اولیاء اللہ کی کرامت کے بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، ایسا کون ہے جو کرامت کا انکار کرتا ہے؟ کرامت کے اثبات کے لئے تو یہی دلیل کافی ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: **ان اللّٰہ یفعل مایرید**۔ یعنی حق تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔ (یہ دلیل اس لئے کافی ہے کہ کرامت ولی سے جس شے کا صدور ہوتا ہے اس کا کرنے والا ولی نہیں ہے، بلکہ خود اللہ تعالیٰ ہے اور صرف ولی کے ہاتھوں اس کا ظہور ہو جاتا ہے اور یہ معلوم ہی ہے کہ حق تعالیٰ کو سب قدرت ہے جو چاہے کرے۔ مردہ کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔ ۱۲ مترجم)''۔

☆ ’’اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے، صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے، فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا، فرمایا (حضرت صاحب نے) کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا‘‘۔ (امدادالمشتاق، ص ۱۱۳، از تھانوی)

☆ ’’آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا، بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت! میں بہت پریشان، روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روزانہ ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارتِ مزار کو گیا، وہ شخص بھی حاضر تھا، اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقررہ پائین قبر سے ملا کرتا ہے...... یہ من جملہ کرامات کے ہے‘‘۔

(امدادالمشتاق، ص ۱۱۷، از تھانوی)

☆ ’’فرمایا کہ حضرت پیر و مرشد کے کوئی قریب حج کو تشریف لائے، مجھ سے دریافت کیا کہ اجازت ہو تو قبر مبارک از سرِ نو درست کر دی جائے؟ میں نے کہا کیا مضائقہ ہے، بعض فقہاء جائز لکھتے ہیں، پھر حضرت نے فرمایا کہ میں کیسے منع کر دیتا، جس مزار سراپا انوار سے میں نے فیض حاصل کیا ہو میرے نزدیک اس کی درستی و اصلاح تو فرض ہے‘‘۔

(امدادالمشتاق، ص ۱۱۸، از تھانوی)

☆ ’’فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی، اور حل نہ ہوتی تھی، میں نے حطیم (کعبہ) میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ کہ یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو؟ یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی، میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا، اس کے آنے سے میری (باطنی) مشکل حل ہو گئی، جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا‘‘۔ (امدادالمشتاق، ص ۱۲۱، از تھانوی)

’’آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں اول اول مکہ مکرمہ آیا فقر و فاقہ کی یہاں تک نوبت

پہونچی کی نو روز تک بجز زم زم شریف کے کچھ نہ ملا، تین چار دن کے بعد بعض احباب سے قرض مانگا انہوں نے باوجود وسعت انکار کیا، مجھے معلوم ہوا کہ امتحان ہے پس عہد کرلیا کہ قرض بھی نہ لوں گا اور ضعف سے یہ حالت تھی کہ نشست و برخاست دشوار تھی، آخر نویں دن حضرت خواجہ (غریب نواز) اجمیری (رضی اللہ عنہ) عالم واقعہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد اللہ! تم کو بہت تکالیف اٹھانے پڑے، اب تیرے ہاتھوں پر لاکھوں روپیہ کا خرج مقرر کیا جاتا ہے، میں نے انکار کیا کہ یہ امانت بہت سخت ہے۔ ارشاد ہوا کہ اچھا تمہاری مرضی مگر اب مایحتاج خرچ تمہیں ملا کرے گا تب سے بلا منت دیگرے مصارف روزمرّہ چلتے ہیں''۔(شمائم امدادیہ، حصہ سوم، ص ۷۹)

☆''(جناب اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ نے) فرمایا کہ اوتاد جمع وتد کی ہے بمعنی میخ چوں کہ ان کی بدولت آفات و زلزلات سے حفاظت رہتی ہے لہٰذا اوتاد کہتے ہیں اور ابدال کہ سات ہیں اور ہر اقلیم میں مقرر ہیں۔ جب ایک ان میں سے فوت ہوتا ہے دوسرا قائم کیا جاتا ہے اسی وجہ سے ان کو ابدال کہتے ہیں۔ میں نے دہلی میں ایک ابدال کو دیکھا تھا ایک آن واحد میں مختلف مقامات پر دیکھا جاتا تھا''۔(امداد المشتاق، ص ۹۴)

☆''میں (رشید احمد گنگوہی) شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مدتِ دراز تک بیٹھا ہوں اور مجھ کو شاہ صاحب نے تعلیم بھی کی ہے اور جو کچھ نفع ہوا ہے وہ حضرت حاجی صاحب اور شاہ عبدالقدوس صاحب ہی کا طفیل ہے''۔(تذکرہ الرشید، ص ۱۸۹، ج ۲، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور)

☆''محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا، میں مراقب ہوکر آپ (حضرت حاجی صاحب) سے ''ملتجی'' ہوا، آپ (حضرت حاجی صاحب) نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا''۔(امداد المشتاق، ص ۱۲۴، از تھانوی)(☆)

(☆) تربیت السالک، ص ۱۰۱۱، ج ۲، مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے بارے میں تھانوی صاحب کی یہ تحریر ملاحظہ ہو: کسی نے تھانوی کو لکھا'' جوں ہی میں نے حضرت حاجی صاحب کا نام لیا کہ اس شخص نے جو کھڑا تھا اور کہا کہ امداد اللہ تو موجود ہیں۔ دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب (بقیہ صفحہ اگلا پر)

☆ ''تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے '' فرمایا کہ ایک بار میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی قبر پر تین روز تک مقیم رہا۔ حضرت قطب صاحب کے مزار مقدس سے ایک نور کا ستون نکل کر بلند ہوا اور حضرت پیر و مرشد کے جائے اقامت (لوہاری) پر جا کر چھپ گیا اور ایک دفعہ بایں عنوان بیان فرمایا کہ حضرت پیر و مرشد کے مزار مقدس پر جا کر غروب ہو گیا...... پھر حضرت قطب صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا مقصود دلی تم کو تمہارے پیر و مرشد سے ملے گا اور چند باتیں کہیں''۔ (امداد المشتاق، ص ۱۴۰)

☆ ''حضرت شاہ عبدالرحیم والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ! یہ دونوں حضرات حضرت نظام الاولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے مزار پر اکثر حاضر ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ شاہ عبدالرحیم صاحب کو یہ خیال ہوا کہ میں تو یہاں کثرت سے حاضر ہوتا ہوں، معلوم نہیں کہ حضرت نظام الاولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو ہمارے آنے کی خبر بھی ہوتی ہے، اس کے بعد ایک روز مزار پر تشریف لے گئے اور مزار کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت سلطان الاولیاء کی روحانیت کو متشکل موجود دیکھا کہ وہ شعر نظامی کا پڑھ رہے ہیں ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن — من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن''

(مجالس حکیم الامت، ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الاشاعت، کراچی، از مفتی محمد شفیع)

☆ ''اور رجوع ہونا طالبین کا اللہ سبحانہٗ کی جانب سے ہے کہ جو تم کو بزرگوں سے پہنچا ہے، طالبین کو تعلیم کرو اور ہدایت خلق اللہ میں سعی اور کوشش کرتے رہو، حق تعالیٰ مددگار رہے اس امر میں ہرگز دریغ نہ کریں، توجہ ارواحِ بزرگوں کو شامل حال اپنا سمجھیں اور جو فائدہ کسی کو ہو، استمداد ان کی سے جانے''۔ (امداد المشتاق (مرقوماتِ امدادیہ)، ص ۳۲۵، از تھانوی)

☆ ''جناب ممدوح (شیخ محمد صاحب تھانوی) کو حضرتِ والا (تھانوی) سے خاص تعلق تھا، یہاں تک کہ بعد وفات بھی حضرتِ والا سے عالم رویا میں فرمایا کہ ہم کو تمہاری

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) حق تعالیٰ کے داہنی جانب نہایت مسکنت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حاجی صاحب کی طرف جھک کر اور نہایت محبت سے ہنس کر ارشاد فرمایا، امداد، امداد، امداد، امداد''۔ تھانوی صاحب جواباً لکھتے ہیں: ''تحقیق۔ بشارت ہے متبعین کو کہ ہم کو ایسا مقبول رہنما ملا''۔

طرف اب بھی ویسی ہی توجہ ہے جیسی حیات میں تھی‘‘۔ (اشرف السوانح، ص ۲۶،۳۶، ج ۱، مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، مرتبہ خواجہ عزیز الحسن)

☆ ’’میں (تھانوی) جو اس عمل میں ذرا مشغول رہا تو اس مشغولی سے مجھ کو اس قدر ظلمت محسوس ہوئی کہ مجھ کو برداشت نہ ہو سکی اور میں پریشان ہو گیا، آخر میں نے چاہا کہ کسی طرح اس ظلمت کو دفع کروں تو سوچا کہ اس ظلمت کی وجہ محض یہ ہے کہ اہل باطل کے ایک عمل کے اندر مشغولی رہی ہے اور قاعدہ ہے کہ العلاج بالضد، تو اہل نور کی صحبت اس کا علاج ہے، پس کچھ عرصہ اہل نور کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے تو اس وقت زندوں میں تو کوئی ایسا قریب میں ملا نہیں کہ کچھ عرصہ تک اس کی صحبت اختیار کی جاتی لہٰذا پھر یہ کیا کہ بزرگوں کے مزارات پر گیا، چناں چہ وہاں تین کوس کے فاصلہ پر ایک بزرگ کا مزار ہے، وہاں گیا تب وہ ظلمت رفع ہوئی‘‘۔ (افاضات یومیہ، حصہ ششم، ص ۳۴۰، از اشرفعلی تھانوی، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون ۱۹۴۰ء)

☆ ’’یہ آپ (غیر مقلدین) کا کراماتِ مستبعدہ کو نہ ماننا اقرب الی التوحید ہوا یا اقرب الی الشرک؟ ظاہر ہے کہ آپ (وہابیوں) کا کراماتِ عظیمہ کو نہ ماننا اقرب الی الشرک ہے اور ہمارا ان کو ماننا اقرب الی التوحید ہے‘‘۔ (ص ۳۷۲، افاضاتِ یومیہ، حصہ ششم، از تھانوی)

☆ ’’(ایک غیر مقلد نے تھانوی) سے دوسرا سوال یہ کیا کہ، کیا اہل قبور سے فیض ہوتا ہے؟ میں (تھانوی) نے کہا کہ ہوتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے، اس پر (وہ غیر مقلد) بہت چونکنے ہوئے۔ میں نے کہا کہ حدیث میں قصہ ہے کہ ایک صحابی نے قبر پر بھولے سے خیمہ لگا لیا تھا، مردہ (قبر میں) بیٹھا قرآن شریف پڑھ رہا تھا، انہوں نے سنا اور قرآن سننے سے ظاہر ہے کہ ثواب ہوتا ہے تو یہ فیض اہل قبور ہی سے ہوا‘‘۔

(افاضاتِ یومیہ حصہ ششم، ص ۲۲۹)

☆ ’’حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ کسی صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگا لیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے، سو اس میں ایک آدمی معلوم ہوا جو تَبٰرَکَ

الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس کو ختم کیا۔ وہ صحابی، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور (اس واقعہ کی) آپ کو خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت حفاظت کرنے والی ہے، یہ سورت نجات دینے والی ہے، یہی مردہ کو عذاب الٰہی سے (جو کہ قبر میں ہوتا ہے) نجات دیتی ہے، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ مشکوٰۃ ص ۱۸۰......ف حال کشف القبور، کشف القبور کبھی بلا قصد و اکتساب ہوتا ہے جیسے ان صحابی کو ہوا اسی لئے اس کو حال میں داخل کیا گیا اور کبھی کسب و ریاضت سے ہوتا ہے، بہر حال حدیث سے کشف القبور کا وقوع معلوم ہوا۔

ف: متفرقات فیض باطنی از اہل قبور: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان اصحابی کو بواسطہ صاحب قبر کے پہنچا، اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے......" (التکشف، ص ۶۶۴، از تھانوی)

☆ "یہ مقدس اکابر (دیو بند) ہمیشہ اولیاء کرام وانبیاء عظام سے توسل کرتے رہتے ہیں اور اپنے مخلصین کو اس کی ہدایت کرتے رہتے ہیں جس کو وہابیہ مثل شرک ناجائز وحرام جانتے ہیں"۔ (الشہاب الثاقب، ص ۵۶، از حسین احمد ٹانڈوی مدنی، مطبوعہ راشد کمپنی، دیو بند)

☆ "وہابیہ نجدیہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ (ندائے) یَا رَسُول اللّٰہ میں استعانت لِغَیْرِ اللّٰہِ ہے اور وہ شرک ہے اور یہ وجہ بھی ان کے نزدیک سبب مخالفت کی ہے، حالاں کہ یہ (دیو بندی) اکابر مقدسان دین متین اس کو ان اقسام استعانت میں شمار نہیں کرتے جو کہ مستوجب شرک یا باعث ممانعت ہو"۔ (الشہاب الثاقب، ص ۶۵)

☆ "اولیائے کرام بھی بحکم شہداء ہیں اور مشمول آیت بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ کے ہیں۔" (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۳، ج ۱، از رشید احمد گنگوہی)

☆ "میری روح اس چمن پر فدا ہو جو پاک زمین میں ہے جس میں شرف و بزرگی والی (تھانوی) کی قبر شریف ہے کہ جس کی زیارت ہر قلب کی حیات ہے اور جس کی مٹی مریض قلب کی شفاء ہے"۔ (اشرف السوانح، ص ۱۵۷، ج ۴، از جناب ظفر احمد تھانوی)

☆ ''مردہ زندہ کرنا خود خرقِ عادت و کرامت ہے۔ حق تعالیٰ ہی کرتا ہے مگر بظاہر کسی ولی، نبی کا ذریعہ ہو جاتا ہے لہٰذا کرامت و معجزہ کہلاتا ہے...... کرامات اولیاء اللہ سے ہوتی ہے اور حق ہے کہ کرامت خرقِ عادت کا نام ہے اس میں کوئی تردد کی بات نہیں، اس کا انکار گناہ ہے...... کرامت حق ہونا مسئلہ اجماعی اہل سنت کا ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۲۔ ۲۱، حصہ اول، از رشید احمد گنگوہی)

☆ ''پس صحتِ کرامت پر حدیث دال ہے''۔ (التکشف، ص ۵۹۹ از تھانوی)۔

☆ کرامت اہل حق کا مذہب ہے کہ کرامت کا ولی سے صادر ہونا ممکن ہے، حدیث میں وقوع صاف مذکور ہے''۔ (التکشف ص ۴۹۵)

☆ '' (۲ مئی ۱۹۳۸ء) موٹر آیا۔ حضرتِ والا (تھانوی) سوار ہو گئے اور خانقاہِ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ تشریف لے گئے...... بعد فراغت وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے (تھانوی نے) فرمایا کہ (حضرت داتا صاحب) بہت بڑے شخص ہیں، عجیب رعب ہے، وفات کے بعد بھی سلطنت کر رہے ہیں''۔

(سفر نامہ لاہور و لکھنؤ، ص ۴۹۔ ۵۰، مطبوعہ المکتبہ الاشرفیہ، لاہور)

☆ '' (تھانوی نے) فرمایا فقہاء نے لکھا ہے کہ مردہ کے پاس جب اس کی قبر پر جائے تو وہی معاملہ کرے جو معاملہ کہ اس کی زندگی میں اس کے ساتھ کرتا۔ یعنی مردہ کا ادب بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ زندہ کا...... میت کا ادب بعد موت بھی وہی ہے جو اس کی زندگی میں تھا''۔

(افاضات یومیہ، حصہ ہفتم، ص ۴۲۰) (☆)

☆ ''ایک انگریز نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات میں نے یہ دیکھی کہ اجمیر میں ایک مردہ کو دیکھا کہ اجمیر میں پڑا ہوا سارے ہندوستان پر سلطنت

(☆) '' (جناب اشرفعلی تھانوی نے) فرمایا کہ محمد یعقوب صاحب اس شخص پر بہت خفا ہوتے تھے جو ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو۔ (جو حضرات مقتداء ہیں ان کے لئے یہی مناسب ہے کہ اس فعل پر ناپسندیدگی اور ناراضی کا اظہار کریں اگرچہ دوسروں کے لئے ایسے وقت جب کوئی بزرگ عالم مجلس میں آئے تعظیماً کھڑا ہو جانے کی اجازت ہے)''۔ (مجالس حکیم الامت، ص ۱۵۹۔ از مفتی محمد شفیع)

کررہا ہے۔واقعی خواجہ صاحب (حضرت غریب نواز سیدنا معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ لوگوں کو بالخصوص ریاست کے امراء کو بہت ہی عقیدت ہے۔ان حضرات (اہل اللہ) نے اللہ کی اطاعت کی تھی، پھر دیکھئے کیا رنگ ظاہر ہورہا ہے''۔

(کمالاتِ اشرفیہ،ص ۲۳۶،ازتھانوی)

☆''(تھانوی نے) فرمایا کہ حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری وفات کے بعد دیکھنا ہماری روشنی کس قدر پھیلے گی۔چناں چہ مشاہدہ ہے''۔(افاضات یومیہ، ص ۳۷۸،حصہ چہارم،مطبوعہ اشرف المطابع،تھانہ بھون)

☆''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء وصلحاء واولیاء و شہداء وصدیقین کا توسل جائز ہے،ان کی حیات میں یا بعد وفات، بایں طور کہے یااللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں...... ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آن حضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو...... مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا سو بے شک صحیح ہے''۔

(المہند،مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ،دیوبند ۱۹۴۰ء ص ۱۲۔۱۳۔۱۸،ازعلمائے دیوبند)

☆''اولیاء کے مزارات سے مستفید (فائدہ کا طالب) ہوتا رہے''۔

(تعلیم الدین،ص ۱۶۶،ازاشرفعلی تھانوی،مطبوعہ دارالاشاعت،کراچی)

☆''حضرت کبشہ انصاریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور ایک مشک لٹکی ہوئی تھی،اس کے منہ سے کھڑے ہوکر پانی پیا،پس میں اٹھی اور اتنا چمڑا کاٹ لیا (کہ برکت کے لئے اپنے پاس رکھوں گی) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور رزین نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ میں نے اس چمڑے کا ایک چھوٹا سا

مشکیزہ بنالیا کہ اس میں برکت کے لئے پانی پیا کرتی تھی۔

ف: جس چیز کو بزرگوں کا منہ یا ہاتھ یا بدن لگا ہو، معتقدین اس کو تبرک سمجھتے ہیں، اس حدیث سے اس کا صریح اثبات ہوتا ہے''۔(التکشف، ص ۵۴۸، از اشرفعلی تھانوی)

☆''(جہاد میں شہید ہونے والے ایک صحابی کے بارے میں واقعہ لکھ کر حدیث کے یہ الفاظ جناب اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں) پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قمیص مبارک میں اس کو کفن دیا گیا، روایت کیا اس کو نسائی نے......ف: **رسم تبرک فی الکفن**، قمیص مبارک میں اس صحابی کا کفنایا جانا اصل ہے اس رسم کی جو محبان قوم میں مستعمل ہے کہ بزرگوں کے البسہ وغیرہا (لباس وغیرہ) سے برکت حیوۃً ومماۃً حاصل کرتے ہیں''۔(التکشف، ص ۵۲۲)

☆''جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کے آثار و تبرکات کی تعظیم اور وقعت، دلیل محبت و موجب تنویر قلب ہے''۔(التکشف، ص ۱۵۰)

☆''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں جس میں شتر فروخت کرنے کا قصہ مذکور ہے۔مروی ہے کہ جب میں مدینہ طیبہ پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو (یعنی جابر رضی اللہ عنہ کو) ایک اوقیہ سونا (قیمت شتر) دے دو (اوپر سے) کچھ زیادہ دے دو، پس انہوں نے مجھ کو ایک قیراط زیادہ دیا، میں نے کہا کہ یہ زیادہ جو حضور نے (علاوہ) دیا ہے، یہ میری جان سے علیحدہ نہ ہوگی (یعنی اس کو اہتمام و حفاظت سے رکھوں گا) پس وہ میری ہتھیلی میں موجود رہی یہاں تک کہ اس کو اہل شام نے واقعہ حرہ میں لے لیا۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔ف: عادۃ امساک تبرکاتِ شیوخ، اکثر اہل محبت کی عادت ہے کہ اپنے بزرگوں کی چیزیں برکت یا یادگار کے لئے نہایت اہتمام و ذوق شوق سے رکھتے ہیں، اس حدیث میں اس کی اصل صراحۃً موجود ہے''۔

(التکشف، ص ۴۸۷)

☆''اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور صحبت میں اس سے زیادہ اثر ہوتا ہے...... بزرگوں کی صحبت وزیارت بڑی چیز ہے، ان کا تو تصور بھی نافع ہے اور یہی اصل ہے تبرکات

کی کیوں کہ ان کی چیزوں کو دیکھ کر ان کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کی یاد سے دل میں نور آتا ہے، حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے''۔(کمالاتِ اشرفیہ، ص ۶۸، از تھانوی)

☆''اشرفعلی (تھانوی) صاحب نے ایک بار (گنگوہی صاحب سے) دریافت کیا، حضرت! قبر میں شجرہ رکھنا جائز ہے؟ حضرت (گنگوہی) نے فرمایا، ہاں، مگر میت کے کفن میں نہ رکھے، طاق کھود کر رکھ دے، اس پر حضرت (تھانوی) نے عرض کیا، اس سے کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے؟ حضرت (گنگوہی) نے ارشاد فرمایا، ہاں ہوتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی مرید تھے، ان کے پاس شاہ (غلام علی) صاحب کا جوتا تھا، انتقال کے وقت انہوں نے شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت کی کہ یہ جوتے میری قبر میں رکھ دیئے جائیں، چناں چہ حسب وصیت رکھ دیئے گئے، اس پر شاہ صاحب سے مولوی نذیر حسین وغیرہ نے استہزاء کہا، کہیے جوتوں میں کتنا غلیظ لگا ہوا تھا؟ اور کوئی پوچھتا، کتنا کیچڑ تھا؟ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا، اگر یہ فعل ناجائز تھا تو ہمیں دلیل سے سمجھا دیتے، استہزاء اور تمسخر کی کیا حاجت تھی؟ سو اب تم لوگوں کے پاس کبھی نہ بیٹھوں گا اور دستور یہ تھا کہ نمازِ جمعہ کے بعد یہ لوگ مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ اس کے بعد شاہ صاحب کے کسی شاگرد نے ضرب النعال علی رؤس الجہال رسالہ لکھا، اس (رسالہ) میں آثارِ صحابہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے ثابت کیا کہ تبرکاتِ بزرگان کو قبر میں ساتھ لے جانا، جائز ہے، اس رسالہ کو دیکھ کر منکرین نادم ہوئے'' (تذکرۃ الرشید، ص ۲۹۰، ج ۲)

☆''یہ سب آپ سب حضرات کی دعاؤں کی برکت ہے اور بزرگوں کی جوتیوں کی زیارت کی برکت ہے، میں جوتیاں اٹھانا نہیں کہتا کہ میں نے بزرگوں کی جوتیاں تو اٹھائی ہی نہیں ہاں زیارت کی ہے، اس کی بھی یہ برکت ہوئی کہ یہ سب چیزیں موقع پر ذہن میں آجاتی ہیں''۔(افاضات یومیہ، ص ۳۳۳، حصہ ہفتم۔ رسالہ المبلغ نمبر ۹، ج ۱۳، ماہ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ)۔

☆''مرنے کے بعد اکثر فقراء کا تو نام بھی باقی رہتا ہے کہ ان کی جوتیاں تک آج سر

پر رکھی جاتی ہیں بخلاف بادشاہوں کے کہ ان کی کھوپڑیاں بھی ماری ماری پھرتی ہیں...... غرض ان کی تو کھوپڑی تک کا بھی احترام نہیں ہوتا بخلاف اہل اللہ کے کہ ان کی جوتیاں تک محترم ہیں۔ ہمارے قصبہ کے قریب لوہاری ایک قصبہ ہے، وہاں ہمارے دادا پیر حضرت میاں جی نور محمد صاحب قدس اللہ سرہٗ تشریف رکھتے تھے، ان کی جوتیاں اب تک محفوظ رکھی ہیں جن کو لوگ آنکھوں سے لگاتے ہیں، میں نے بھی حضرت میاں صاحب کی جوتیاں آنکھوں سے لگائیں تھیں۔ اس سے بڑھ کر ایک اور واقعہ ہے، وہ یہ ہے کہ وہاں ایک صاحب گئے اور لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی شخص میاں جی صاحب کے شاگردوں میں زندہ ہے؟ معلوم ہوا کہ ایک ہندو حلوائی زندہ ہے، آپ اس کے پاس پہنچے اور اس کو بلایا اور پوچھا کہ تو نے میاں جی سے پڑھا ہے؟ اس نے کہا، ہاں۔ پھر پوچھا کبھی تجھے مارا بھی ہے؟ کہا ہاں۔ کہا کس جگہ مارا تھا؟ کہا، گدی پر تھپڑ مارا تھا۔ کہا، بھائی! میں مسلمان ہوں اور تو ہندو ہے، شاید تو مجھ سے پرہیز کرے، لیکن اگر تو اجازت دے تو میں اس جگہ کو چوم لوں، جہاں مارا ہے۔ اس نے اجازت دے دی تو آپ نے اس جگہ کو بوسہ دیا۔ یہ کشش کیوں تھی؟ صرف اس لئے کہ وہ اللہ والے تھے اسی واسطے لوگ ان کی جوتیاں بھی چومتے ہیں......'' (الابقاء خیر الاناث، ص ۱۹۔ ۲۰، از اشرفعلی تھانوی، ۲۲ شعبان ۵۵۔ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ، بوہرہ پیر، رنچھوڑ روڈ، کراچی)

''ف: رسم خدمت کفش برداری، اکثر بزرگوں کی جوتیاں اٹھانا سعادت سمجھا جاتا ہے، حدیث سے اس کا مرغوب فیہ ہونا ظاہر ہے......'' (ص ۶۳ ۴، التکشف از تھانوی)

☆ ''مولوی احمد حسن کان پوری جب حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچے ہیں منشی جان محمد مرحوم کہتے تھے کہ میں نے ایک روز مولوی صاحب کو دیکھا کہ حضرت کی جوتی جو کہ مجلس کے باہر رکھی تھی سر پر رکھے زار زار رو رہے ہیں''۔ (ارواح ثلاثہ، ص ۳۹۴)

☆'' (تھانوی نے) فرمایا کہ ایک متقی پرہیز گار بزرگ نے مجھے ایک انگرکھا (اچکن)

مومی چھینٹ کا دیا تھا، میں اس کو متبرک سمجھ کر پہنتا تھا۔ اس کا اثر یہ تھا کہ جب تک وہ بدن پر رہتا معصیت اور گناہ کا خطرہ تک نہ آتا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کے کپڑوں میں کیا رکھا ہے مگر میں نے تو یہ مشاہدہ کیا ہے؟ (مجالس حکیم الامت، ص ۱۰۰)

☆ ''ایک بار کسی شخص نے سوال کیا کہ کسی قبر پر شیرینی لے جانا اور کسی بزرگ کی فاتحہ دے کر تقسیم کرنا، جائز ہے یا ناجائز؟ آپ (گنگوہی) نے ارشاد فرمایا اگر بنامِ خدا ہے اور ایصالِ ثواب ہی مقصود ہے تو کچھ قباحت نہیں...... اس پر ایک شخص نے عرض کیا اگر ایصالِ ثواب ہی مقصود ہو تو ہر جگہ سے ممکن ہے، قبر ہی پر کون ضرورت ہے کہ کوئی چیز بھیجی جائے؟ آپ (گنگوہی) نے فرمایا، خیر وہاں خادم رہتے ہیں، اچھا ہے، ان کو ہی دے دی جائے، اس میں کیا قباحت ہے؟'' (تذکرۃ الرشید، ص ۲۹۱، ج ۲)

☆ ''(رشید احمد گنگوہی) مدنی کھجوروں کی گٹھلیاں پسوا کر صندوقچہ میں رکھ لیتے اور کبھی کبھی سفوف بنا کر پھانکا کرتے تھے، ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ''لوگ حرمین شریفین کی چیزوں زم زمی کے ٹین اور تخم خرما (کھجوروں کی گٹھلیوں) کو یوں ہی پھینک دیتے ہیں، یہ خیال نہیں کرتے کہ ان چیزوں کو مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی ہوا لگی ہے''۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدنی کھجور کی گٹھلی پسی ہوئی حضرت (گنگوہی) نے صندوقچہ سے نکال کر مجھے عطا فرمائی کہ لو، اس کو پھانک لو۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی املی مجھے کھلائی اور ایک دفعہ مدینۃ الرسول کی مٹی عطا فرمائی کہ لو، اس کو کھا لو، میں نے عرض کیا کہ حضرت مٹی کھانا تو حرام ہے، آپ (گنگوہی) نے فرمایا، میاں وہ مٹی اور ہو گی...... ایک مرتبہ مولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی نے ایک گھڑا بھر کر غسالہ شریفہ کا بھیجا جس دقت و اہتمام کے ساتھ گنگوہ پہنچا ہو گا، وہ ظاہر ہے، آپ (گنگوہی) نے اس کے پہنچتے ہی اس کو کھلوایا اور سبیل لگا دی، اس دن جو بھی آیا، جواب سلام کے بعد آپ کا یہ ارشاد ہوتا تھا، میاں مولوی یحییٰ ان کو بھی پانی پلاؤ، بندہ بھی خوش نصیبی سے اس دن جا پہنچا اور تبرک سے فیض یاب ہوا، میں دیکھ رہا تھا کہ نو وارد مہمان آتے جاتے تھے اور آپ کے فرمان کے موافق پانی

پیتے جاتے تھے......آپ (گنگوہی) نے فرمایا "کوئی کیا جانے کہ یہ (روضہ رسول کے غسالہ شریفہ) کا پانی کیا چیز ہے؟......مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت (گنگوہی) نے موم بتی کا ذرا سا ٹکڑا مجھے عطا فرمایا اور کہا کہ اس کو نگل جاؤ اور ایک بار غلاف کعبہ کے ریشم کا ایک تار ایثار فرمایا اور کہا کہ اس کو کھالو" (تذکرہ الرشید، ص ۴۸۔۴۹، ج ۲)

☆ "مقامِ ابراہیم کا ٹکڑا آپ (گنگوہی) کے پاس تھا، جس کو خدام کی خواہش پر آپ صندوقچی سے نکالتے اور پانی میں ڈال کر نکال لیتے اور پانی کو مجمع پر تقسیم کرادیا کرتے تھے، اس انمول تبرک کی آپ کو اس درجہ محبت وقدر تھی کہ کبھی معتبر سے معتبر خادم کے بھی حوالہ نہیں فرمایا، جس وقت آپ اس کی زیارت کراتے تو مسرت سے باغ باغ ہو جاتے تھے...... آپ کے پاس بیت اللہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیما کی مقدس چوکھٹ کا چھوٹا سا ایک ٹکڑا بھی تھا، اس کی محبت وقدردانی بھی اس درجہ کی تھی بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ۔ اعلیٰ حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب کا عطا فرمایا ہوا جبہ بھی آپ کے پاس تھا، یہ بھی انہی تبرکات کے صندوقچہ میں رہتا تھا، جس وقت آپ اس کو نکالتے تو اول خود دست مبارک میں لے کر اپنی آنکھوں سے لگاتے اور پھر یکے بعد دیگرے دوسروں کو سر پر رکھنے کا موقع عطا فرماتے تھے، اس وقت آپ پر ایک خاص کیفیت ظاہر ہوتی اور یوں فرمایا کرتے تھے، اس کو کئی سال حضرت نے پہنا اور پھر مجھ کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمایا تھا، جو شخص لے کر آیا تھا اس سے یوں کہلا بھیجا تھا کہ اس کو پہننا، سو کبھی کبھی تعمیل ارشاد کو پہنا کرتا ہوں، تبرک ہے رکھ چھوڑا ہے"۔ (تذکرہ الرشید، ص ۱۶۷۔۱۶۸، ج ۲)

☆ "حضرت (گنگوہی) کے یہاں تبرکات میں حجرہ مطہرہ نبویہ کے غلاف کا ایک سبز ٹکڑا بھی تھا، بروز جمعہ کبھی کبھی حاضرین وخدام کو جب ان تبرکات کی زیارت خود کرایا کرتے تھے تو صندوقچہ خود اپنے دست مبارک سے کھولتے اور غلاف نکال کر اول اپنی آنکھوں سے لگاتے اور مونھ سے چومتے تھے پھر اوروں کی آنکھوں سے لگاتے اور ان کے سروں پر رکھتے۔ حجرہ شریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک کو سرمہ میں ڈلوایا اور روزانہ بعد عشاء

خوابِ استراحت فرماتے وقت اتباعاً للسنہ اس سرمہ کو آخر عمر تک استعمال فرماتے رہے۔ اس قصہ سے عام خدام واقف ہیں"۔ (الشہاب الثاقب، ص ۵۲، از حسین احمد مدنی)

☆ ماہ نامہ الرشید، لاہور کے دار العلوم دیوبند نمبر میں ص ۵۲۳ پر ہے: "بعض مخلصین نے کچھ کپڑے مدینہ منورہ سے خدمت اقدس میں تبرکاً ارسال کئے۔ حضرت (گنگوہی) نے نہایت تعظیم اور وقعت کی نظر سے اُن کو دیکھا۔ بعض طلبہ اور حضار مجلس نے عرض کیا حضرت اس کپڑے میں کیا برکت حاصل ہوئی، یورپ کا بنا ہوا ہے۔ تاجر مدینہ میں لائے، وہاں سے دوسرے لوگ خرید لائے اس میں تو کوئی وجہ تبرک ہونے کی معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت نے شبہ کو رد فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کی اس کو ہوا تو لگی ہے، اس وجہ سے اس کو یہ اعزاز اور برکت حاصل ہوئی......"

☆ اسی صفحے پر ہے: "حجرہ مطہرہ نبویہ کا جلا ہوا زیتون کا تیل وہاں سے حضرت کے بعض مخلصین نے ارسال کیا تھا۔ حضرت نے (باوجود نزاکت طبعی کے جس کی حالت عام لوگوں میں ظاہر ہے) اس کو پی لیا۔"

☆ ص ۵۲۷ پر ہے: "عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الخلیل میں لکھتے ہیں، بندہ حضرت خلیل احمد صاحب کی معیت میں تھا اور میرے ساتھ چچا صاحب تھے، مدینہ منورہ پہنچ کر سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ طبیب نے حرکت کرنا اور ہوا لگنا سخت مضر بتایا اور تاکید کی مونھ پر ہر وقت روئی لپٹی رہے کہ ہوا نہ لگنے پائے ورنہ جان کا خطرہ ہے، حضرت صاحب نے فرمایا کہ آستانہ شریفہ کی مٹی لے لو اور وہ چچا صاحب کے مونھ پر ملو، میں نے کہا حضرت وہاں مٹی کہاں؟ فرمایا قالین کے نیچے زمین پر جو بھی گرد و غبار ہو وہ اپنے ہاتھ کو مل لو، چناں چہ میں نے ایسا ہی کیا، ان کے چہرے پر ہاتھ مل کر روئی لپیٹ دی۔ عشاء کی نماز سے آ کر چچا صاحب کی مزاج پرسی کی تو چچا صاحب نے مسرت کے ساتھ فرمایا کہ ذرا میرا مونھ کھول کر دیکھو مجھے تو افاقہ معلوم ہوتا ہے اب نہ وہ سوزش ہے نہ بے چینی، یہ خاک مبارک تو اکسیر ثابت ہوئی، دوائیں سب پھینک دو، پھر وہی تھوڑی سی مٹی لے آؤ۔ مجھے انتہائی فرحت و

مسرت ہوئی پھر جا کر قالینوں کے نیچے سے خاک آستانہ عالیہ کافی مقدار میں فراہم کر کے ساتھ لایا، حسب سابق خاک شفا استعمال کی، مرض ختم ہو گیا۔۔''

☆ ص ۲۲۲ پر ہے: ''(جناب محمد قاسم) نانوتوی کی ایک ٹوپی تھی، جو میری والدہ کے پاس تھی اور ہمیں جب کوئی بیماری ہوتی تو والدہ ہمیں وہ ٹوپی اڑھاتی تھی اور ہمیں شفا ہو جاتی تھی۔'' (الرشید، دار العلوم دیوبند نمبر ۱۹۷۶ء)

☆ ''ریاست رام پور میں اس وقت ایک جُبّہ شریف ہے جس کو جلال آباد پرگنہ تھانہ بھون سے نواب کلب علی خان صاحب مرحوم کی درخواست پر منتقل کیا گیا ہے، جس کے متعلق گو کسی باقاعدہ سند سے تو ثابت نہیں مگر عام طور پر مشہور ہے کہ یہ جبہ حضور نبی ﷺ کا ہے، اس کا حال اور حکم پورا پورا السنة الجلیہ میں حضرت والا (تھانوی) نے تحریر فرمایا ہے، اس جبہ کو خدامِ جبہ، ربیع الاول میں ریاست رام پور سے جلال آباد بھی لایا کرتے ہیں اور کبھی تھانہ بھون بھی اس کو لایا جاتا ہے تو اس کے متعلق حضرتِ والا (تھانوی) نے ایک تذکرہ میں فرمایا کہ وہ جبّہ شریف یہاں آتا ہے تو حوض والی مسجد کے احاطے میں ایک مختصر حجرہ ہے وہاں پر ایک محفوظ مقام میں اس جبہ شریف کو رکھا جاتا ہے تو گو وہ اس وقت حوض والی مسجد میں ہوتا ہے (اور یہ حوض والی مسجد اس مقام سے جہاں خانقاہ میں حضرتِ والا (تھانوی) دوپہر کو لیٹتے ہیں، بہت دور ہے) مگر اس زمانہ میں دوپہر کو (یعنی خانقاہ میں دوپہر کو جہاں حضرتِ والا قیلولہ فرماتے ہیں، اس جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ) یہاں لیٹنے میں اول اول جبہ شریف کی طرف پیَر نہیں کرتا تھا اور اب تو کبھی ذہول بھی ہو جاتا ہے مگر تنبہ کے بعد گرانی ہوتی ہے...... میں (تھانوی) نے خدامِ جبہ سے کہا کہ جس وقت کوئی نہ ہوگا اس وقت خلوت میں اس کی زیارت کرا دیں مگر جبہ شریف کو کھول تم ہی جانا کیوں کہ میرے ہاتھ اس قابل نہیں کہ جبہ شریف کو مَس کریں...... وہ چوں کہ خادم ہیں اس جبہ شریف کے، اس لئے میں نے ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں سے افضل سمجھا، انہوں نے منظور کر لیا پس میں (تھانوی) نے خلوت میں اس جبّہ شریف کی زیارت کی تو خوب چوما

آنکھوں سے لگایا۔ پھر (تھانوی نے) فرمایا، ایک ضروری بات قابل غور ہے کہ اس جبہ شریف کا اتنا ادب کیوں کیا جاتا ہے؟ تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس جبہ شریف کو نسبت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ"۔ (افاضاتِ یومیہ، حصہ ہفتم، ص ۴۲۲)

☆ "(جناب اشرفعلی تھانوی نے فرمایا) دنیا میں بہت سے مقامات میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُوئے مبارک موجود ہونے کا دعوٰی کیا جاتا ہے اس کی زیارت کرائی جاتی ہے اور عام طور پر کسی کے پاس اس کی سند نہیں ہوتی کہ یہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کا موئے مبارک ہے۔ ایسی حالت میں اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ اتنی بات تو صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء کا گرا ہوا پانی اور آپ کے کٹے ہوئے موئے مبارک کو ضائع نہ ہونے دیتے تھے بلکہ اکرام و تعظیم کے ساتھ بطور تبرک رکھتے تھے اور موئے مبارک کا صحابہ کرام میں تقسیم ہونا بھی ثابت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بالوں کی تعداد بہت بڑی ہوتی ہے اس لئے کثرت سے دنیا میں موجود ہونا مستبعد نہیں اور ایسے معاملات میں کسی سند صحیح سے ثابت ہونا ضرور نہیں کہ معاملہ احکام کا نہیں۔ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں اس کے مصنوعی ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو اس کا اکرام ہی کرنا چاہیئے۔۔"

(ص ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ مجالس حکیم الامت)

☆ "ادب وہ چیز ہے کہ ایک شخص حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تھا، وہ انتقال کر گیا، کسی نے اس کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت صرف ایک ایسے عمل پر فرما دی جس کو میں بہت ہی معمولی سمجھتا تھا، وہ یہ کہ ایک دفعہ میں نہر پر وضو کر رہا تھا کہ حضرت احمد بن حنبل آئے اور میری پائیں میں وضو کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ اس طرح کہ میرے سامنے کا پانی ان کی طرف سے گزرتا تھا، مجھے خیال ہوا کہ میرا مستعمل پانی ان کے استعمال میں نہ آنا چاہیے، یہ بے ادبی ہے، لہٰذا میں وہاں سے اٹھ کر ان کی پائیں میں جا بیٹھا (تا کہ ان کا

مستعمل پانی میرے استعمال میں آئے) بس اسی عمل پر میری مغفرت ہوگئی کہ ہمارے مقبول بندے کا ادب کیا''۔(افاضاتِ یومیہ، حصہ ہفتم، ص ۲۷۱)

☆ از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

(مولانا روم)

☆ کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے بوسہ زن بر آستان کاملے

(علامہ اقبال)

بندہ! کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ، کراچی

تھانوی کا فتویٰ

''عورتوں کے لئے زیارتِ قبور میں تین قول ہیں، ایک منع مطلقاً **لقوله علیه السلام لعن الله زوارت القبور** ۔ دوسرا جواز مطلقاً **لقوله علیه السلام کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تزهد فی الدنیا وتذکر الآخرة، الحدیث قالوا لما نسخ النهی بلغ الرخصة الرجال والنساء جمیعا** ۔ تیسرا قول تفصیل اس طرح کہ اگر مقصود زیارت سے ندبہ ونوحہ وغیرہ کرنا ہو تب تو حرام **و هو محمل قوله علیه السلام الاول** ۔ اور اگر عبرت اور برکت کے لئے ہو تو بوڑھیوں کو جائز **و هو محمل قوله علیه السلام الثانی** ۔ اور جوانوں کو ناجائز جیسا مساجد میں آنا، **لقول عائشه رضی الله عنها لو ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رای ما احدث النساء بعده لمنعن کما منعت نساء بنی اسرائیل** ۔ یہ تفصیل رد المحتار میں خیر رملی سے نقل کر کے کہا ہے **وهو توفیق احسن** اھ۔ اور اس حکم میں عربیات وعجمیات سب برابر ہیں، ہماری شریعت اسود و احمر کے لئے یکساں ہے، واللہ اعلم''۔ (امداد الفتاویٰ، کتاب الخطر والاباحۃ، ص ۱۳۳۔ ۱۳۴، ج ۲، از اشرفعلی تھانوی مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۴۶ھ)۔

(اس مسئلے کی تحقیق میری کتاب ''قبر کے احکام وآداب'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ کوکب غفرلہ۔)

ضروری وضاحت

''اِنحنا'' (یعنی کسی کی تعظیم کے لئے جھکنا اور پیٹھ دُہری کرنا) شرعاً مکروہ (ناپسندیدہ) ہے مگر جاننا چاہیئے کہ ہر عمل دراصل، نیت کے ساتھ وابستہ ہے، اگر مقصود کوئی اور فعل ہے، انحنا خود مقصود نہیں بلکہ جھکنے کی حالت وصورت اس فعل کو انجام دینے کا وسیلہ وذریعہ ہے تو ایسے جھکنے کی ہرگز ممانعت نہیں ہے، جیسا کہ عالم دین، یا سلطانِ عادل، یا والدین کی تعظیم و

خدمت کے لئے ان کا گھوڑا باندھنا یا کھول کر لانا، وضو کرانا، پاؤں دھلانا، بستر بچھانا، انہیں بستر پر لٹانا، ان کی جوتیاں اٹھانا، یا ان کے پاؤں میں پہنانا، یا ان کی جوتیاں سیدھی کرنا وغیرہ یہ سب افعال، تعظیم وتکریم ہی ہیں اور ان کے لئے جھکنا ضرور ہوگا مگر یہ انحنا ہرگز ممنوع نہیں کیوں کہ ان افعال سے مقصود تعظیم ہے نہ کہ جھکنا۔ یعنی یہ کام کرنے کے لئے اگر جھکنا پڑے تو اصل مقصد وہ کام ہوگا، اصل مقصد جھکنا نہ ہوگا اور جھکے بغیر یہ کام ہوسکیں تو پھر جھکنے کی بات ہی نہ ہوگی۔ کتبِ احادیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سعادت حاصل تھی کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بستر مبارک بچھاتے، رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک جوتیاں (نعلین مقدس) اٹھا کر اپنے پاس رکھتے اور مجلس سے اٹھتے وقت وہ، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں رکھتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو وضو کراتے۔ ابو داؤد اور ادب مفرد میں حدیث وفد عبد القیس ہے، حضرت زراع بن عامر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم جلدی جلدی دوڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہاتھ پَیر چومنے لگے...... (☆) ظاہر ہے کہ پاؤں چومنے کے لئے زمین تک جھکنا ہوگا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اسے جائز رکھا، کیوں کہ مقصود جھکنا نہیں، بلکہ بوسۂ قدم سے مقصود، تعظیم ہے...... فقہ حنفی کی معتبر کتاب درِمختار میں ہے کہ ماں کے قدموں کو چومنا ایسا ہے جیسا کہ جنت کی چوکھٹ کو چومنا...... بوسۂ قدم کے لئے جھکنا پایا جائے گا مگر یہ جھکنا بوسۂ قدم کے لئے ہوگا، اس کا اصل مقصد جھکنا نہیں ہوگا۔ اس لئے قدم بوسی وغیرہ کے لئے جھکنے کو سجدہ قرار دینا یا حرام وناجائز کہنا غلط ہوگا۔ شریعت وسنت میں سجدۂ عبادت، اللہ

(☆) تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۱۸۱ میں ہے۔ ''محمد مظہر صاحب نانوتوی عمر میں حضرت گنگوہی سے بڑے تھے مگر عقیدت کے اعتبار سے گویا حضرت کے جان نثار خادم اور عاشقِ جان باز تھے، جب تشریف لاتے بے اختیار حضرت کے قدموں پر بوسہ دیتے اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا کرتے تھے''۔

☆ ''سوال: کسی شخص کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا اور پاؤں پکڑنا اور چومنا تعظیماً درست ہے یا نہیں؟
الجواب: تعظیم دین دار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔ فقط رشید احمد (گنگوہی)''۔ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ اول، کتاب الحظر والاباحہ۔ ص ۵۱، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ، اردو بازار، دہلی۔ ۱۳۶۳ھ)

کے ساتھ خاص ہے، اللہ کے سوا کسی کو عبادت کی نیت سے سجدہ نہیں کیا جا سکتا، اگر اللہ کے سوا کسی کو عبادت کے لائق سمجھا جائے اور اسے سجدہ کیا جائے تو یہ شرک ہے۔ کسی کی تعظیم کرتے ہوئے اسے سجدہ کرنا حرام ہے اور ایسا سجدہ کرنے والا گناہ گار ہے۔ ماں کی قبر کو پائینتی کی طرف سے چومنا یا والد کی قبر کو سرہانے کی طرف سے چومنا، یا کسی بزرگ کے مزار یا اس کے غلاف کو چومنا اور ایسا کرنے کے لئے جھکنا، ہرگز سجدہ نہیں ہے، لیکن بزرگوں کی تعلیم یہی ہے کہ ایسا کرتے ہوئے بھی (بالخصوص علماء و مشائخ) احتیاط ملحوظ رکھیں کیوں کہ ایسا کرنے والے کی نیت سے دیکھنے والے سب لوگ آگاہ نہیں ہوتے، ہوسکتا ہے کہ وہ بدگمانی کریں یا کسی کے عمل کو سند جان کر بے محل بجالائیں، ایسی حالت میں اتنا کافی ہے کہ وہ آستانے کو ہاتھ لگا کر اپنی آنکھوں اور مونھ پر پھیر لے جس طرح کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور اصحاب نبوی رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، نبی پاک ﷺ کے منبر انور کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اور جب کبھی مناسب ہو تو حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیروی بھی کر لے، جیسا کہ حدیث شریف کے مطابق گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا......

فقیر! کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہٗ

نومبر ۱۹۹۵ء

''ہر بات کی دلیل قرآن شریف سے طلب کرنا غلطی ہے''

'' دلائل شرعیہ چار ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع، وقیاس۔ جو امر ان دلائل چہارگانہ میں سے کسی ایک سے بھی ثابت ہو، وہ دین میں معتبر ہوگا، ورنہ رد ہے۔ پس یہ بھی غلطی ہوگی کہ ان چاروں سے تجاوز کیا جاوے۔ آج کل ایک عام غلطی یہ بھی ہو رہی ہے کہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلے کو قرآن شریف سے ثابت کریں۔ حالاں کہ دلائل، شریعت کے چار ہیں، اگر ان میں سے کسی ایک سے ہی کوئی مسئلہ ثابت ہو جائے گا، تو وہ شرعاً ثابت ہو جائے گا۔ چناں چہ داڑھی رکھنے کی نسبت بعضے کہتے ہیں کہ قرآن شریف سے دلائل لاؤ کہ داڑھی رکھنا فرض ہے۔ اور یہ دلائل کا مطالبہ کرنے والے ایسے حضرات ہیں کہ جن کو خود تحقیق واستدلال ہی سے اصلا مس نہیں، ان کو تو چاہیے تھا کہ محض تقلید کرتے علماء کی۔ قاعدہ عقلی ہے کہ جس فن کا جو جاننے والا ہوتا ہے وہی اس میں دخل دے سکتا ہے اور نہ جاننے والا اگر دخل دے تو، اس کو سب ہنستے ہیں۔ یہ قاعدہ ہر جگہ تو جاری کرتے ہیں لیکن دین کے اندر ہر شخص مجتہد ہونے کا مدعی ہے۔ اور ہر کس و ناکس اس میں دخل دینے کے لئے تیار ہے۔ فن زراعت کو مثلاً میں نہیں جانتا تو میں اگر گیہوں بونے کا طریقہ بیان کروں تو جاننے والے یہ کہیں گے کہ تم کیا جانو؟ اور تمام عقلاء کے نزدیک یہ جواب کافی سمجھا جائے گا، مگر حیرت ہے کہ دین کے بارہ میں اگر علماء بعینہٖ یہی جواب دیتے ہیں تو ناکافی شمار ہوتا ہے۔ یاد رکھو فن جاننے والوں کے سامنے تمہارے مطالبۂ دلائل کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے پاس گھڑی ہے اور وہ بڑی معتبر ہے تار گھر سے ملی ہوئی ہے اور ایک شخص آفتاب کی طرف رخ کئے ہوئے کھڑا ہے۔ گھڑی والا کہتا ہے کہ گھڑی کے اعتبار سے آفتاب چھپ گیا ہے اور اس میں ہرگز غلطی کا احتمال نہیں۔ دوسرا شخص آفتاب کو دیکھنے والا کہتا ہے کہ آفتاب میرے سامنے ہے، چھپا نہیں اور وہ گھڑی والا اس سے دلیل طلب کرتا ہے اور وہ ہنستا ہے کہ یہ تو کھلی بات ہے،

آفتاب نظر کے سامنے ہے۔ تم اس طرف منہ کر کے دیکھو، آفتاب موجود ہے، دلیل کی حاجت نہیں ہے۔ پس جن لوگوں نے دین کے باب میں اپنی عمریں کھپادی ہیں، ان کا قول معتبر ہوگا، یا ایک لڑکے کا، جو آج ہی بالغ ہوا ہے لیکن دین کا بالغ نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

خلق اطفال اند جز مست خدا نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

بہر حال حسا بالغ ہو یا نہ ہو، روحاً بالغ نہیں ہے، بلکہ جسماً بھی ہم کو تو ایسے لوگ بالغ نہیں معلوم ہوتے، اس لئے کہ ظاہری علامت بلوغ کی، داڑھی تھی اور وہی صفا چٹ ہے، یہ معلوم بھی نہیں ہوتی کہ نکلی ہے یا نہیں؟ بہر حال ایسے لوگ جن کی یہ حالت ہے کہ علوم دین کی ان کو ہوا تک نہیں لگی، وہ دلائل کا مطالبہ کرتے ہیں کہ قرآن شریف سے دلیل لاؤ، میں کہتا ہوں کہ اس سوال کے اندر ایک دعویٰ مضمر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اس کے مدعی ہیں کہ شریعت میں قرآن شریف کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہم اس دعوٰی پر ان سے اول دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں (کہ) ہم کو یہ سمجھا دو کہ (کیا) شریعت میں قرآن شریف ہی دلیل ہے اور کوئی دلیل نہیں؟ خود قرآن شریف سے ثابت ہے کہ علاوہ قرآن شریف کے اور بھی دلائل ہیں، فرماتے ہیں وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ (جو) جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، اگرچہ وہ قرآن نہ ہو، مثل قرآن شریف کے حجت ہے اور کیوں نہ ہو مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى آپ کی شان ہے ؎

گفتۂ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور فرماتے ہیں: وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ۔ اس آیت شریف سے اجماعِ امت کا، حجت ہونا معلوم ہوا اور فرماتے ہیں، وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ اور فرماتے ہیں فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ۔ یہ آیتیں بتلا رہی ہیں کہ قیاس بھی حجت ہے، پس اگر آپ قرآن شریف کو حجتِ مطلقہ مانتے ہیں، تو اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کے بعض دعاوی مسموع اور حجت اور بعض نا مسموع، غرض یہ

سخت غلطی ہے۔ دیکھئے عدالت میں دعوٰی کی سماعت کے لئے شہادتِ مطلقہ کی ضرورت ہے، مدعی اگر دو باوجاہت آدمیوں کو پیش کر دے تو مدعا علیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں جج صاحب اور فلاں مولوی صاحب گواہی دیں تو مانوں گا۔ اور اگر وہ ایسا کہے تو حاکم ہرگز نہ سنے گا اور یہ کہے گا کہ تم ان گواہوں میں جرح کرو، تو اس کی طرف التفات ہوگا۔ لیکن اگر یہ مجروح نہیں تو تمہاری یہ تخصیص کہ فلاں فلاں گواہی دیں، ایک لغو بات ہوگی۔ اسی طرح مسئلہ عقلیہ ہے کہ دعوٰی کے اثبات کے لئے مطلق دلیل صحیح بات کی ضرورت ہے، مستدل جس دلیل کو چاہے اختیار کرے، مخاطب کو یہ اختیار ہے کہ اس میں جرح کرے اس کا جواب بذمہ مدعی ہوگا، لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے یہ دلیل کیوں اختیار نہ کی۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ کسی مسئلہ شرعیہ کے اثبات کے لئے مطلق دلیل کی ضرورت صحیح کی ضرورت ہے جو ادلۂ اربعہ میں سے ہو، کسی خاص دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اس کا لحاظ ضروری ہے کہ قطعی دعوے کے لئے قطعی دلیل اور ظنی دعوے کے لئے ظنی دلیل ہونی چاہیے، جس کی تفصیل اپنے مقام پر مذکور ہے۔ غرض ایک تو غلطی یہ ہے اور دوسرے اس کے مقابل یہ ہے کہ ان چاروں سے گزر کر نرے ظن کو ہی حجت سمجھا جائے کہ نرا گمان بھی کسی مسئلہ کا مثبت نہیں ہے بلکہ صحیح ادلہ اربعہ میں سے ہونا ضروری ہے۔ (حصہ ششم، دعواتِ عبدیت، وعظ الفاء المجازفتہ، ص ۱۲۱)۔"

(اشرف الجواب، ص ۳۲۴ تا ۳۲۷، از جناب اشرفعلی تھانوی۔ مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیۂ، ملتان۔ ۱۹۸۴ء)